السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید نے مورخہ یکم اکتوبر کا لکھا ہوا طلاق نامہ جس میں تین طلاقیں تحریر تھیں ۔ بکر کی معرفت اپنی منکوحہ بیوی کو بھیجا ۔ اور بکر ساتھ یہ ہدایت لکھی یہ کہ طلاق نامہ جا کر میری بیوی کو دے دے مگر بکر نے کسی وجہ سے وہ طلاق نامہ اس کی بیوی کو نہیں دیا ۔ بلکہ چند یوم کے بعد بکر نے اپنے ایک نزدیکی رشتہ دار سے زکر کیا اور اسی دوران لڑکی کو بھی اس کے طلاق نامے کا علم ہو گیا ۔ طلاق نامہ کی تاریخ سے تقریبا ایک ماہ بعد زید کا ایک خط بکر کو موصول ہوا ۔ جس میں تحریر تھا ۔ کہ ''اگر تم نے طلاق نامہ میری بیوی کو نہ دیا ہو تو وہ ابھی مت دینا میں کچھ روپیہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں ۔ وہ آپ میری بیوی کو دے دیں ۔ میں نے اس وقت اشتعال میں وہ طلاق نامہ لکھ دیا تھا ۔ جس سے میں خود نادم ہوں ۔ اس دوران رشتہ داروں کی یہ کوشش رہی ہے کہ زید اپنی بیوی کو اپنے پاس بلالے مگر تیرہ سو میل کا فاصلہ تھا اس خیال سے کہ سفر خرچ بہت ہو گا زید بلاتا نہیں تھا ۔ آخر خود رشتہ داروں نے بیوی کو زید کے پاس بھجوا دیا ۔ اب میاں بیوی راضی خوشی ہیں یہ نکاح رہا یا نہیں رہا ۔ ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں ۔

لحدیث ابن عباس كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة (مسلم)

یعنی آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانوں میں تین طلاقیں مجلس واحد میں ایک سمجھی جاتی تھیں ۔ مندرجہ سوال واقعہ میں تین طلاقیں مجلس واحد میں دی تھیں ۔ اس لئے وہ ایک رجعی کے حکم میں ہیں ۔ جس سے اس نے ایک ماہ بعد رجوع کرلیا ۔ چنانچہ اس نے بیوی کو خرچ بھیجا اب وہ میاں بیوی آپس میں راضی ہیں تو کوئی گناہ نہیں ہمیشہ سلوک سے رہیں ۔ (اہلحدیث 6 مئی 1938ء)

اعتراض منجانب ''القاسم'' امرتسر

بعض حضرات غیر مقلدین سے سنا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے ہیں ۔ کہ ہمارا قول آئمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کے قول کے مطابق ہوتا ہے ۔ لیکن یہاں تو ان خدا کے بندوں نے نہ صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے ۔ بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مقلدین کے بھی خلاف کیا ہے ۔ کیونکہ یہ تمام بزرگان ملت تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں ۔

جواب

یہی سوال مدت سے ہمارے ایک قصوری دوست بھی کیا کرتے ہیں ۔ مگر ان کی نیت اور ایڈیٹر قاسم کی نیت میں فرق ہے ۔ بہر حال سوال ایک ہے ۔

گو ہمارے نزدیک یہ مسلم نہیں کہ کسی مسئلے کی صحت کےلئے یہ شرط ہو کہ آئمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے موافق ضرور ہو ۔ بلکہ مسئلہ کی صحت کےلئے قرآن وحدیث کا ہونا کافی ہے ۔ چاہے دنیا بھر کے امامان دین یا مجتہدان اساطین کے خلاف ہو ۔ لیکن واقعہ کے اظہار کےلئے اور اڈیٹر قاسم کی معلومات میں اضافہ کےلئے ہم ان کو مطلع کرتے ہیں ۔ کہ مسئلہ ھذا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بلکہ خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے اقوال بھی اہلحدیث کی تایئد میں ہیں ۔ ملاحظہ ہو ۔ اغاثۃ اللفھان ۔ مصنف حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر ص 153 سے 157 تک یہ صفحات دیکھ کر اپنے پرچے میں اعلان کیجئے کہ ''ہم اپنے اعتراض کو واپس لیتے ہیں'' (اہلحدیث 30 رجب 1342ء)

شرفیہ

قول مجیب مرحوم کے محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں ۔ بحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لحدیث ابن عباس كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة (مسلم)

اس استدلال میں بچند وجوہ کلام ہے ۔

اول ۔ یہ کہ اس میں مجلس واحد کا زکر ہی نہیں ۔ عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اظہار ثلثہ ہوں ۔ یا نہ اور جس روایت مسند احمد میں مجلس واحد کا زکر ہے ۔ وہ صحیح نہیں اس کی سند بروایت عکرمہ عن عمران بن حصین ہے ۔ جس کو محدثین حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے ۔ کہ ایسی روایت خصوصا صحیح نہیں ہوتی ۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب

دوم ۔ یہ کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے ۔ جس کی تفصیل شرح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری وغیرہ میں ہے ۔ خصوصاً میری کتاب "کتاب الطلاق" ملاحظہ ہو ۔

سوم ۔ یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں ہے ۔ کہ یہ تین طلاقوں والے مقدمات رسول اللہ ﷺ اور شیخین کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے ۔ واذلیس فلیس ۔

چہارم ۔ یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی ایسی ہے ۔ جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے ہے ۔

قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتمل فجئنا فی منزلہ فسالہ القوم عن اشیاء ثم زکر المتعتہ فقال نعم استمعنا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ انتہی فی روایہ اخري بعدہ ثم نہانا عمر فلم نعد لہما اي متعتہ النساء متعتہ الحج صحیح مسلم مع شرح نووي ص ۱۵۱ باب النکاح المتعتہ

پس جو جواب اس جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعۃ النساء کے جواز عدم کا جواب ہے ۔ وہی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے ۔ اگر یہ جائز ہے تو پھر متعۃ النساء بھی جائز ہے ۔ ولایقول بہ المحدثون

پنجم ۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ تین طلاقیں بحکم واحد یا متعۃ النساء بالا بالا لوگ بے خبری کرتے رہے ۔ جس کا علم نہ رسول اللہ ﷺ کو ہوا نہ شیخین رضوان اللہ عنہم اجمعین کو آخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو منع کر دیا ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجوہ سے کلام کیا ہے ۔ جس کی تشریح کچھ تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں کی ہے ۔ کچھ اور بھی میں نے اپنی کتاب میں محدثین سے نقل کیا ہے ۔

ششم ۔ محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے ۔ یہ سخت مغالطہ ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین وتابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف صالحین صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ علیہ ومحدثین رحمۃ اللہ علیہ سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں ۔

من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان ودونہ خرط القتاد

ملاحظہ ہو موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری سنن ابی داؤد وسنن نسائی جامع ترمذی سنن ابن ماجہ و شرح مسلم ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وفتح البیان تفسیر ابن کثیر ۔ وتفسیر ابن جریر وکتاب الاعتبار للامام الحازمی فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاثار اس میں امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلم کی اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے ۔ اور تفسیر ابن کثیر میں بھی الطلاق مرتان الایۃ کے تحت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے ۔ دوسری حدیث نقل کی ہے ۔ جو سنن ابوداؤد میں باب نسخ المراجعہ بعد التطلیقات الثلاث بسند خود نقل کی ہے ۔

ان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الرجل کان اذا طلق امراتہ فہو احق برجعتہا وان طلقہا ثلث فنسخ ذالک فقال الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان انتہی

(عون المعبود ص 235 ج 2)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح ص 101 جلد 2 میں باب منعقد کیا ہے ۔ اور یہی حدیث لائے ہیں ۔ اور دونوں اماموں نے اس پر سکوت کیا ہے ۔ اور ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور حجت ہے ۔ جب ہی تو لائے ہیں ۔ اور باب منعقد کیا ہے ۔ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بی سند ابی داؤد و نسائی وابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ وتفسیر ابن جریر وتفسیر عبد الحمید ومستدرک حالم وقال الصحیح اسناد الترمذی مرسلا د مسنداً نقل کر کے کہا ہے ۔ کہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر بتا کر اسی کو پسند کیا ہے ۔ یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے ۔ وہ اسی حدیث سے منسوخ ہے ۔ پس یہ حدیث مذکورہ محدث ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وابن جریر رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے نزدیک صحیح ہے ۔ جیسے کہ مستدرک حاکم صحیح اسناد لکھا ہے ۔ اور قابل اعتماد ہے ۔ اور امام فخر الدین رازی کی تحقیق بھی یہی ہے ۔ اور امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان حازمی نے کتاب الاعتبار میں اپنی سند سے نقل کر کے لکھا ہے ۔

فاستقبل الناس الطلاق جدیدا من یومئذ من کان منہم طلق لو لو یطلق حق وقع الاجماع فسخ الحکم الول ودل ضاہر الکتاب علی نقیضو جاءت السنۃ مفرہ للکتب صفقۃ رفع الحکم الاول الخ

ص ۱-۳ اور خود علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد لمعاد مصری ص 354 جلد 2 میں لکھا ہے ۔

تفسیر الصحابی حجۃ وقال الحاکم ہو عندنا مرفوع انتہی

ارجب مسلم کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مذکور اجماع کے خلاف ہوئی ۔ تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی اس پر عمل نہ ہونا چاہیے ۔ اس لئے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم ص 359 میں ہے ۔

الخبر الواحد اذا خالف المشہور المستفیض کان شاذا وقد یکون منسوخا انتہی وہذا کذالک خافہم وتدبر

اور سنن ابی داؤد کی نسخ کی حدیث کی سند میں راوی علی بن حسین اور حسین بن واقد پر جو علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض یا کلام کیا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علی بن حسین کو تقریب تہذیب میں صدوق یھم لکھا ہے ۔ وہم کے باعث ابو حاتم نے اس کی تصنیف کی ہے ۔ مگر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے متشدد ہیں ۔ انہوں نے اور دوسرے محدثین نے کہا ہے ۔ لیس یہ باس اور وہم سے کون بشر خالی ہے ۔ لہذا یہ کوئی جرح نہیں راوی معتبر ہے ۔ خصوصا جب محدثین مذکور نے حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے ۔ اور حسین بن واقد کو تقریب میں ثقۃ لہ اوہام لکھا ہے ۔ اور یہ راوی رواۃ صحیح مسلم سے ہے ۔ اور یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے اس کو ثقہ بتایا ہے ۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال باقی رجال دونوں کے ثقات ہیں ۔ لہذا یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔ قابل عمل و حجت ہے ۔ اور خود راوی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ بھی اس کی صحت کا موید ہے ۔ ملاحظہ ہو موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ۔

اور یہ لغو اعتراض کے یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سہو ہے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہو ہو گیا تھا ۔ تو پھر ان کی مسلم کی حدیث بھی سہو ہے ۔ فلا حجۃ فیہ ۔ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں بحث کر کے جو اپنی تحقیق لکھی ہے ۔ وہ یہ ہے کہ آیت الطلاق مرتان سے پہلے

والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء (الی قولہ)

وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً (الایۃ) ہے۔ اس کے بعد ہے۔ الطلاق مرتان۔ الایۃ اس سے ثابت ہوا کہ پہلی آیت مجمل مفتقر الی البین کا یلعام مفتقر الی المخصص تھی۔ کہ بعول مطلقین کو بعد طلاق حق استرداد یعنی رجوع ثابت تھا۔ عام اس سے کے ایک طلاق کے بعد ہو یا دو کے یا تین کے پاس آیت اطلاق مرتان نے واضح کر دیا۔ کے مطلق کو رجوع ایک یا دو طلاق کے بعد ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ پھر آگے جامع ترمذی کی حدیث سے منع ثابت کیا ہے۔ اور بعض اصحاب تفسیر کبیر سےاپنے مطابق قول کے بعد ھذا ھو الاقیس لخ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ اس قول کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے سے نقل کر کے اس کا رد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ص 248 ج 2) اور وجوہ کلام میں سے وجہ ہفتم یہ ہے کہ محدثین نے مسلم کی حدیث مذکور کو شاذ بھی بتایا ہے۔

ھشتم۔ یہ کہ اس میں اضطراب بھی بتایا ہے۔ تفصیل شرع صحیح مسلم نووی فتح الباری وغیرہ معطولات میں ہے۔

نہم۔ یہ کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلم کی حدیث مذکور مرفوع نہیں یہ بعض صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا فعل ہے۔ جس کو نسخ کا علم نہ تھا۔ کما فی الوجہ الثالث والرابع

دھم۔ یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حاذمی وتفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہرہ کتاب وسنت صحیحہ واجماع صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین وغیرہ آئمہ رحمۃ اللہ علیہ محدثینرحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہے۔ لہذا حجت نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے۔ کہ تین طلاق واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں۔ اور یہ مسلک صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ علیہ و تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آئمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہ متقدمین کا نہیں ہے۔ یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے۔ جو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے متقد ہیں۔ یہ فتویٰ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا۔ تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔

نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے متفردات مسائل لکھے ہیں۔ اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین طلاق کی ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا۔ تو بہت شور ہوا شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ پر مصائب برپا ہوئے۔ ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی قید کئے گئے۔ اس لئے یہ کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض کی تھی۔ ص 318 اور سبل السلام شرح بلوغ المرام مطبع فاروقی دہلی ص 98 جلد 2 اور التاج المکلل مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب صفحہ 286 میں ہے کہ امام شمس الدین زہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں۔ التاج الکلل ص 388۔ 289)

ہاں تو جب کہ متاخرین علماء اہلحدیث عموماً شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہیں۔ اس لئے وہ بے شک اس مسئلے میں شیخ الاسلام سے متفق ہیں۔ اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک بتاتے ہیں۔ اور مشہور کر دیا گیا ہے کہ یہ مذہب محدثین کا ہے۔ اور اس کے خلاف مذہب حنفیہ کا ہے۔ اس لئے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلم کرتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کو رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے۔ اور آئمہ اربعہ کی تقلید چوتھی صدی کی ہجری میں رائج ہوئی اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے بریلوی لوگوں نے قبضہ غاصبانہ کر کےاپنے آپ کو اہلسنت والجماعت مشہور کر رکھا ہے۔ اوروں کو خارج یا جیسے مولوی مودودی کی جماعت نےاپنے آپ کو جماعت اسلامی مشہور کر دیا ہے۔ باوجود یہ کہ ان کا اسلام بھی خود ساختہ ہے جو چودھویں صدی ہجری میں بنایا گیا ہے۔

ولعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔۔ واللہ یہدي من یشاء الی صراط مستقیم یسئلونک احق ہو قل اي وربی انہ لحق

(ابو سعید شرف الدین دھلوی)

سوال۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے کہ اپنی زوجہ کو تین طلاقیں بیک جلسہ دیں پس یہ طلاق بائن ہو یا رجعی بینوا توجروا۔

الجواب۔

یہ طلاق رجعی ہوئی اس واسطے کہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین عن خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدہ فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الناس قد استعجلوا فی الامر کانت لہم فیہ اناۃ فلوا مضینا علیہم فاء ضاي علیہم

اور مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی المطلب امراۃ ثلاثا فی مجلس واحد فحون علیہا حزنا شدیدا قال فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدہ فارجہا ان شئت قال فراجہا فکان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یدي انما الطلاق عند کل طہر قاقل ابن القیم فی العالم المعوقعین 'قد صحح الامام ہذا الاسناد وحسنہ وقال الحافظ فی فتح الباري بعد زکر ہذا الاحدیث اخرجہ احمد وابو یعلی وحہ من طیق محمد بن اسحاق وہذا الحدیث نص فی المسئلہ لایقبل التاویل الذي فی غیرہ من الروایات انتہی

فان قلت قال الحافظ فی الفتح ان ابو داؤد رجح ان وکانہ نا طلق امراتہ البتۃ کما اخرج من طریق ال بیت رکانۃ وہو تعلیل قوي لجوزان یکون بعض رواۃ حمل البتہ علی الثلاث فقال طلقہا ثلاثا فبہذي الن زجج یقف الاستدلال بحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ انتہی

قلت قال ابن القیم فی الاغاثہ ان باداعد انما رجع حدیث البتۃ علی حدیث ابن جریج لانہ روي حدیث ابن جریج من طریق فیہا مجہول ولم یرو ابو داؤد الحدیث الذي رواہ احمد فی مسندہ من طریق محمد بن اسحاق ان رکانۃ طلق امراتہ ثلاثا فی المجلس واحد فلذ ارجح ابو داؤد حدیث البتۃ ولم یتعرض لہذا الحدیث ولا رواۃ فی سنۃ ولا ریب انہ اصح من الحدیثین وحدیث ابن جریج شاہد لہ وعاضہ فاذا انضم حدیث ابی الصبہا الی حدیث ابن اسحاق والی حدیث ابن جریج مع اختلافات

مخار بہا وتعدد طرقہا افاد العلم بانہا اقوی من البتہ بلا شک ولایکن من شم روائع الحدیث ولو علی یرتاب فی ذالک فکیف یقدم الحدیث الضعیف الذی ضعفہ الائمۃ وروایۃ مجاہیل علی ہذا الحدیث انتہی کلام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

(کتبہ محمد عبدالرحمن المبارک فوری عفی عنہ) (فتاویٰ نزیہ جلد ثانی ص 179 180)

تشریح مسئلہ طلاق ثلاثہ در مجلس واحد

از قلم حضرت مولانا ظفر عالم صاحب مدرس جامعہ محمدیہ مالیگاؤں

ھوالموفق۔ ایک جلسہ میں دی ہوئی تین طلاق ایک ہوتی ہے۔ یا تین اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ اس کو طلاق بدعی ماننے کے باوجود تین کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسی مطلقہ حلالہ کئے بغیر شوہر اول کو نہیں مل سکتی۔ بلکہ وہ بائنہ ہوجائے گی۔ اور عورت سے رجعت نہ ہوسکے گی۔

مگر محدثین فقہائے اور علماء محققین کے نزدیک یہ ایک رجعی طلاق ہوگی جس میں شوہر کو اندرون عدت رجعت کرلینے کا حق ہے۔ یہی مسلک صحیح اور قدیم ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین تابعین تبع تابعین اوران کے بعد والے بعض احناف وشوافع اور موالک وحنابلہ بلکہ خاندان نبوت کے جگر پارے اہل بیت اور صدہا رجال علم صدی درصدی علمائے کبار اسی کے قائل رہے۔ اور آج تک اسی پر مفتی حضرات فتوے دیتے رہتے ہیں۔

دراصل اس اختلاف کی اصل ابتداء عہد فاروقی میں ہوئی۔ ورنہ جب سے مہبط وحی پر احکام طلاق کا نزول ہوا غالبا 15 ہجری سے سنہ تک کوئی اختلاف نہ تھا۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 13 ہجری میں ہوئی۔ اور اسی سن میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر آرائے خلافت ہوئے۔ مسلم شریف کی حدیث کی رو سے دو یا تین سال اوائل خلافت فاروقی میں بھی ایسی طلاقیں ایک ہی سمجھی جاتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تین کا رواج 16 ہجری میں ہوا۔ مگر ایسا کیوں ہوا اس کا جواب خود اسی حدیث میں مذکور ہے۔

فقال عمران الناس قد استعجل ٗافی امر کانت لہم فیہ اناہ فلوامضیناہ علیہم فامضاہ علیہم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگ اس کام میں جلدی کرنے لگے ہیں۔ جس میں ان کو مہلت کرنا چاہیے تھی یعنی یہ لوگوں پر لازم تھا کہ طلاق عدت سے دیں۔ پس اس غلطی کو روکنے کے لئے اگر ہم طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ ہی کردیں۔ تو لوگ فوری طلاق ثلاثہ دینے سے رک جایئں گے۔ چنانچہ آپ نے اس کو نافذ کردیا۔ یہ الفاظ بھی ہیں۔

فلمارای الناس تتابوا قال اجیز ہن علیہم

آپ نے جب دیکھا کہ لوگ طلاقیں بہت دینے لگے ہیں۔ تو آپ نے ان پر تینوں کے نفاذ کا حکم صادر فرمادیا۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وقتی روک حام کے لئے بطور سرزنش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا مقصد اس سے یہ تھا کہ لوگ عورتوں کی مدامی جدائی دیکھ کر فوری طلاق ثلاثہ کے بول دینے سے رک جایئں گے۔ اوراصل شریعت الٰہی پر قائم رہ کر طلاق عدت سے دینے لگیں گے۔ خلیفہ ثانی کے تین کے نفاذ کی وجہ احناف بھی یہی مانتے ہیں۔

واعلم ان فی الصدر از اول اذا ارسل الثلاث جملہ لم یحکم الا بوقوع واحدہ الی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم حکم بوقوع الثلاثہ لکثرۃ بین الناس تہدیدا

یعنی صدر اول سے زمانہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جب کوئی شخص تین طلاق ایک مجلس میں دیتا تھا۔ تو ایک ہی طلاق رجعی کے واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے اس میں کثرت کردی۔ تو ڈرانے کے لئے تین واقع ہونے کا حکم دیا۔ (مجمع الانہر ص 382) اور بھی سنیئے۔

انہ کان فی الصدر اول اذا ارسل الثلاث جملہ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی ذمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم حکم بوقوع الثلاثہ سیاسۃ لکثرتہ بین الناس

حاصل یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ وصدیقی میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سیاسۃ تین قرار دیا۔ (طحاوی صفحہ 150)

مگر یہ بیان کسی حاشیہ کا محتاج نہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کیا اجتہاد۔ سیاست۔ اور تعزیر وتہدید کے خیال سے کیا۔ مگر بالآخر خلافت کے آخری دور میں پچھتادے۔ چنانچہ حدیث کی بہت معتبر کتاب (مسند اسماعیل) میں ہے۔

وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماندمت علی شی ندامتی علی ثلاث الاان نکون حرمت الطلاق الخ

مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی جن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ (بحوالہ غاثۃ اللھان ص 181۔ ص 182) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مقولہ کے بعد اب کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اجماع ہوچکا اور نسخ ہوچکا لہذا اب تین طلاقوں کے بعد رجعت جائز نہیں۔ یہ کہنا سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقیم الشریعت تھے۔ نہ کہ ناسخ الشریعت یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی ہے۔ کہ وہ شریعت کے کسی مسئلے کو منسوخ کردیں۔ اور اجماع کی صورت اسی لئے نہیں کہ اگر تین پر اجماع واتحاد اور اتفاق ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور آئمہ عظام کے اقوال مختلف ومتناقض نہ ہوتے۔ جیسا کہ مطولات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ دیکھو (نیل الاوطار جلد 6) ومسک الختام جلد 2 اور الروضۃ الندیہ جلد 2 ودیگر کتب (اغاثۃ اللفھان) واعلام الموقعین وغیرہ۔

پس اندریں صورت حق یہ ہے کہ خلیفہ ثانی کا یہ فعل ایک وقتی تھا۔ نہ وہ واجب العمل ہوسکتا ہے۔ اور نہ قابل حجت بلکہ مسئلہ نزاعی میں حق وہی ایک طلاق رجعی ہے۔ کتاب وسنت میں بالکل واضح اس پر دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں مسئلہ طلاق کو قریب چودہ جگہ زکر کیا گیا ہے۔ مگر رجعت کو ہر طلاق میں مشروع فرمایا ہے۔ بجز طلاق ایسی صورت کے جس سے صحبت نہ ہوئی ہو یا دوبارہ طلاق دے کر تیسری بار طلاق دی ہو۔ اور قرآن میں سوا ان

دو صورتوں نے اور کوئی طلاق نہیں و نیز طلاق میں عدت کا مد نظر رکھنا واجب و لازم ٹھرایا ہے۔ بلحاظ عدت و طلاق نہ دینا حدود الٰہی سے تجاوز گناہ ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ

جن کو طلاق دی گئی وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کریں۔ اور ان تین حیضوں میں جو قریب تین مہینے ہیں۔ جن میں دو دفع طلاق واقع ہوگی۔ یعنی ہر حیض کے بعد خاوند عورت کو طلاق دے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو شوہر کو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ کہ اب یا تو تیسری طلاق دے کر احسان کے ساتھ دائمی جدائی ہے۔ یا تیسری طلاق سے رک جاوے۔ پس معلوم ہوا کہ یکبارگی تین طلاقوں بول دینے سے اگر تینوں واقع ہو جائیں اور عورت پہلے خاوند کی طرف رجوع نہ کر سکتی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا تین حیض تک انتظار کروانا فوری مطلقہ ثلاثہ سے اٹھا دیتا۔ حالانکہ اس نے کسی جگہ ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ آیت۔

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

فروعہ میں صاف ظاہر کر دیا۔ کہ تین حیض کامل کرنے تک مطلقہ پہلے شوہر سے رجوع کر سکتی ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ نے در مجلس واحد تین طلاق دینے والے کو رجوع کرایا۔ چنانچہ (نسائی جلد 2 ص 95) میں ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین اکھٹی طلاق دیں۔ اور یہ خبر جب آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے۔ کیونکہ حضور ﷺ تو رب کی طرف سے مبلغ اور مامور باقامت دینیہ تھے۔ اس واسطے غیض و غضب کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا۔

ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہر

(کیا میری موجودی میں کتاب اللہ سے تمسخر کیا جاتا ہے)

وقال اشوکانی فی النیل ج ٦ ص) عن ابن کثیر انہ قال اسنادہ جید

اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (بلوغ المرام رقم 1105 ص 324) میں کہا ہے۔ ورادتہ موثقون اور علامہ محمد حامد الفقی مازہری (تعلیق بلوغ المرام ص 225 میں رقم فرماتے ہیں۔

محمود بن لبید ابی رافع الانصاري الشہلی

ور عہد آپ ﷺ مولود شدہ وحدیثہا ازوے ﷺ روایت نمودہ۔ بخاری گفت و اصحبت است۔ روایت مذکورہ میں اگرچہ طلاق دہندہ کا نام نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ ''شاید یہ'' رکانہ ''ہی ہوں۔ اسی لئے ہم نے پیچھے رجوع کا لفظ بولا ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے۔ تو پھر بھی گمان غالب قریب بہ یقین یہ ہے کہ آپ نے رجوع کا حکم دیا ہوگا۔ اسی لئے کہ یہ آپ ﷺ پر کسی طرح گمان نہیں کیا جاسکتا۔ کہ اس تمسخر عن کتاب اللہ کو جائز رکھیں۔

دوسری حدیث۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اکو بنی مطلب امراتہ ثلاثانی مجلس واہد فحزن علیہا حرتا شدید اقال فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا؟ قال طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فرجعہا

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رکانہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو تین طلاق دی۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ایک جلسہ میں؟ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے۔ لہذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو۔ رکانہ نے رجوع کیا۔ (مسند احمد ج 1 ص 256)

یہ قصہ مختلف روایتوں اور متباین سندوں سے مذکور ہے۔ مگر یہ روایت اصح احسن اور واضح ہے۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے (اغاثہ اللفہان ص 156) میں نقل کیا کہ ضیا المقدمی نے اس کو اپنی کتاب ''ختارہ'' میں روایت کیا ہے۔ اور یہ کتاب مستدرک حاکم سے زیادہ صحیح ہے۔ اور نقل کیا ہے شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے (نیل جلد 6) میں کہ ابو یعلیٰ نے بھی اس کو روایت کیا اور صحیح کہا ہے و نیز نقل کیا ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الدر المنثور جلد 1 ص 275) میں اور اسی طرح آلوسی نے تفسیر جلد 1 ص 431) میں کہ بہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور جصاص نے احکام القرآن میں جلد نمبر 1 ص 388 میں نقل کیا ہے۔ کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الثلاث تردالی الواحدۃ اور اسی حدیث سے حجت فرماتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ اور دلیل ہے کہ پیغمبر ﷺ نے تین مجموعی طلاقوں کو ایک رجعی قرار دیا ہے۔ قائلین ثلاث کی کٹ حجتی متن و سند کے لحاظ سے پادر ہوا ہوگئی۔

علامہ محمد حامد الفقی الازہری تعلیقات بلوغ المرام رقم 1107 ص 225 میں فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق انما یتہم بالتدلیس اذا عنعن فقط والا فہو امام ثقہ یہ کہ ابن اسحاق جو مسند ہیں۔ اس حدیث کے راوی ہیں۔ اس وقت بتدلیس مہتم ہوتے ہیں۔ جب کے صرف عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ورنہ امام ثقہ ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ مسند احمد کی اس حدیث میں انہوں نے حدثنی کے ساتھ بیان ہے۔ اسی طرح ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (اغاثہ) میں فرماتے ہیں۔

وقد ذالت تہمتہ تدلیس ابن اسحاق بقولہ حدثنی

یعنی تہمت تدلیس حدفنی سے جاتی رہی۔ مولوی امیر علی مرحوم (تعقیب التقریب ص 435) میں فرماتے ہیں۔

محمد بن اسحاق الطلبی وثق وہو مدلس عنہ مسلم مقرونا

حاصل یہ کہ ان کی روایتیں مسلم میں بھی ہیں پس حاصل یہ نکلا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ اور تایئد میں دوسری روایت بھی ہے۔ اس لئے اعتراض کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تیسری حدیث۔ عن ابن ابی ملیکہ ان ابا الجوزاء اتی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال اتعلم ان ثلاثا کن یردون علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی واحدہ قال نعم قال الحاکم ہذي حدیث صحیح الاسناد

ابو الجوزاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تین طلاق ایک تھی۔ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں فرمایا ہاں۔ (مستدرک حاکم جلد 2 ص 196) حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ علامہ سید احمد شاکر لکھتے

ہیں۔

وفی اسنادہ عبداللہ بن الموبل تکلم فیہ بعضہم والحق انہ ثقہ

یہ کہ عبداللہ بن مومل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بعض نے کلام کیا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

چوتھی حدیث۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم رواہ احمد فی المسند (درقم ۲۸۷۷ جلد نمبر ۱ ص ۳۱٤) اور رواہ مسلم فی الصحیحہ (جلد ۱ ص ٤۳۳...٤۳٤ والحاکم فی المستدرک جلد ۲ ص ۱۹٦) وفی روایۃ مسلم ایضا عن طاؤس ان ابا الصبہاء قال لا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتعلم انما کانت الثلث تجمل واحدہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وثلاثا من امارۃ عمر رضی اللہ عنہ تقال ابن عباس رضی اللہ عنہ نوم وفیہ ایضا عن طاؤس ان ابا لصبہاء قال لا ابن وعباس ہات من ہناتات الم یکن الطلاق الثلاث علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ واحدہ فقال قد کان زلک فلما ;ہک فی عہد عمر رضی اللہ عنہ تتابع الناس فی الطلاق فاجاز علیہم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں اور دو سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کیجاتی تھیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ اس کام میں جلدی کرنے لگے ہیں جس کام میں ان کو مہلت کرنی چاہیے تھی۔ یعنی لوگوں پر لازم ہے۔ کہ طلاق عدت سے دیں۔ پس اس غلطی کو روکنے کےلئے اگر ہم طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ ہی کردیں۔ تو لوگ رک جائیں گے۔ پس بدیں وجہ نوری طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ فرمادیا۔ مسلم ہی میں یہ بھی ہے۔ کہ صبہا کے باپ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ عہد نبوی ﷺ اور صدیقی میں اور تین سال عہد فاروقی میں فوری طلاق ثلاثہ کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں۔ یہ بات واقعی درست ہے۔ کہ ایسا ہوا کرتا تھا۔ اور مسلم ہی میں یہ بھی ہے۔ طاؤس کہتے ہیں۔ کہ صبہاء نے باپ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ صدر اول ودوم وسوم کی باتیں بیان کرو۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں وصدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کیجاتی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں ایسی بات تھی۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ طلاق ثلاثہ یک بارگی بول دینے کے عادی ہوگئے۔ تو انہوں نے ان کے تین طلاق کے واقع ہونے کا امر نافذ فرمادیا۔

مسک الختام جلد 2 ص 477 میں نواب بھوپالی تحریر فرماتے ہیں۔ بعد درود این حدیث در مسلم چہ جائے ایں سخن است کہ ایں حدیث مختلف فی الصحۃ است۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث مسلم شریف میں آجانے کے بعد کیا مجال سخن ہے۔ کہ حدیث کی صحت میں اختلاف ہو حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ صحیح مسلم نے مصنف نے صحیح حدیث کا بڑا التزام فرمایا ہے۔ اسی واسطے یہ بات مسلمات سے ہے۔ کہ

اصح الروایات ما انفق علی الشیخان ثم ما انفرد بہ البخاري ثم ما انفرد بہ المسلم (مقدمہ الضیب الشذي ص ۳)

میں ہے کہ صحیحین کی بابت تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ اس میں جس قدر مرفوع متصل حدیثیں ہیں وہ قطعا بلاریب صحیح ہیں۔ اور یہ کہ دونوں اپنے مصنفین تک تواتر کا درجہ حاصل کرچکی ہیں۔ اور یہ کہ جو شخص ان دونوں کتابوں کی احادیث کی صحت کی بابت منہ آئے گا اور ان کی توہین کرے گا۔ وہ بدعتی اور غیر مسلموں کی راہ کا متبع ہے۔ سبحان اللہ کس قدر عمدہ فیصلہ ہے۔ کہ مسلم شریف ایسی کتاب نہیں جس پر زبان کھولی جائے ورنہ وہ بدعتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ فوری چونکہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور اس میں بڑی بڑی خرابیاں ہیں اس لئے ایسی طلاق خواہ مجلس میں ہو یا مجلس میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی۔ اور اندرون عدت طلاق اپنی عورت سے رجوع کرلینے کا مجاز ہوگا باقی جو کچھ قائلین ثلاث کے عذرات ہیں وہ سب مجروح ارنا قابل اعتماد ہیں۔ چنانچہ اس پر سیرہ حاصل بحث تالیفات ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (اغاثہ اللفہان) اور (اعلام الموقعین) ونیز (زاد المعاد وغیرہ میں کی گئی ہے۔ خود میری تالیف کتاب الطلاق بزبان اردو جو زیر تسوید ہے۔ اس کے مالہ وما علیہ پر کافی ہے۔ طلاق ثلاثہ فوری کے ایک ہی ہونے پر ایک اور زبردست دلیل یہ ہے کہ مسند امام اعظم ص 48 میں حدیث لکھی ہے۔

الطلاق ثلاثا السکنی والنفقۃ یعنی مطلقہ ثلاثہ فوری کےلئے خاوند طالق پر مکان رہائشی اور خرچ دینا لازم ہے۔ شارح ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ خواہ وہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ مکان ونفقہ طالق پر لازم ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مطلقہ ثلاثہ فوری اگر قابل رجعت نہ ہوتی۔ تو طلاق دہندہ پر مکان ونفقہ کا لزوم کیوں ہوتا۔ چنانچہ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین جلد 2 ص 185) میں تحریر فرماتے ہیں۔

المطلقۃ بائنہ لا نفقۃ لہا ولا سکنی بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی مطلقہ بائنہ کے واسطے طالق پر خرچ اور مکان رہائش بموجب سنت نبوی ﷺ لازم نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوگیا۔ کہ مطلقہ ثلاثہ فوری کےلئے حق رجوع ہے اس لئے اس کا نفقہ وسکونت طالق کے ذمہ ہے۔ اور چونکہ مطلقہ ثلاثہ متفرق کےلئے حق رجوع نہیں رہتا۔ اس واسطے اس کا نفقہ ومکان طالق کے ذمہ نہ پڑا۔ نواب بھوپالی فرماتے ہیں کہ مسئلہ طلاق نزاعی ہے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کو صبر آزما تکلیف پہنچیں مگر حق انہیں کے ہاتھ رہا فرماتے ہیں

وقد امتحن بہذہ المسئلۃ جماعۃ من العلماء منہم شیخ السلام ابن تیمیۃ وجماعۃ من بعدہ والحق بایدہیم (الروضۃ الندیہ ج ۲ ص ۵۳) ہذا ما عندي واللہ اعلم وعلمہ اتم

(ابو المکارم ظفر عالم خطیب مسجد اہلحدیث مرتی پورہ مالیگاؤں الجواب صحیح حضرت مولنا سید عبداللہ مدنی مدرسہ لطیفیہ شولاپور)

فتویٰ حضرت استاذ العلماء مولنا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(بروایت مولانا عبد الاخر صاحب دام فضلہ)

ایک جلسہ کی تین طلق ایک رجعی ہوتی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کانت الطلاق علی عہد رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم وابکر رضی اللہ عنہ وصدرا من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلث واحدہ

(ص 277 ج 1) یعنی رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اور شروع خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی۔ یہی مذہب ہزار ہا صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا

تھا۔ جیسا کہ تعلیق المغنی شرح دار قطنی میں ہے۔

ہذا حال کل صحابی من عہد الصدیق الیٰ ثلاث سنین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ وہم یزیدون علی الالف (ص ٤٢٤)

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے تین سال تک ہزارہا صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا یہی فتویٰ رہا۔ کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے۔ جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینی شروع کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاسۃ تین طلاق کو تین کر دیا۔ جیسا کہ اسی صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں۔

ان لاناس قد استعجلوا فی الطلاق کانت لھم فیہ اناۃ فلوا مضیناہ علیھم الخ

لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمالیا۔ جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیل میں ہے۔ دیکھو اغاثۃ اللفھان مصری ص 181 - 182۔ (پورا فتویٰ الاثار المتبوعہ صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمایئے)

دیگر

مذہب منصور نص صریح کے مطابق ہے۔ ارشاد ہے۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ۔ (الی ان قال) حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ وغیرہ۔ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ طلاق بدفعات دی جائے۔ تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے۔ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے رجعت کا اختیار سلب ہوتا ہے۔ اور ایسا کرنا آیت کی صریح مخالفت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ساتھ تین یا دو طلاق دینے کا ذکر قرآن پاک میں کہیں نہیں آیا ہے۔ اس لئے مجوزین ایسی طلاق کو بدعی کہنے پر مجبور ہوئے پھر کل بدعۃ ضلالۃ کا اس سے فرد کیوں پر قرار دیا جائے الی آخرہ (الاثار المتبوعہ) خاکسار محمد منیر خان عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اسلامیہ وعربیہ بنارس)

از حضرت العلام مولانا عبد اللہ صاحب شائق (مولوی فاضل)

(صدر اساتذہ جامعہ فیض عام میو)

علمائے احناف نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ گویا ہمارا یہی مذہب ہے۔ لیکن بوقت ضرورت دیگر آئمہ مذہب پر عمل کرتے ہوئے رجعت کرسکتا ہے۔ مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی مجموعہ فتاویٰ ص 66 میں تحریر فرماتے ہیں۔ سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

سوال۔ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا۔ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا۔ پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہو اور شافعی میں نہ واقع ہو تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

ھوالمصوب۔ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگی۔ اور بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا۔ مگر بوقت ضرورت کے اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو۔ اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کیس اور امام کی اگر کرے گا۔ تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقودہ ممتدہ الطہر موجود ہے۔ کہ حنفیہ عند الضرورت قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں۔ چنانچہ ردالمختار (شامی) میں مفصلاً موجود ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے ف استفسار کرکے اس فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔ (حررہ محمد عبد الحئی عفا اللہ اعنہ (الاثار المتبوعہ)

سیشن جج امرتسر کا فیصلہ باب طلاق ثلاثہ

امرتسر میں ایک مقدمہ مدت سے دائر تھا۔ ایک شخص مسمی جلال الدین ولد ساون قوم بڑھئی ساکن امرتسر کٹرہ مہا سنگھ نے اپنی عورت کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دے کر بموجب فتویٰ اہلحدیث پھر ملاپ کرلیا تھا۔ مگر عورت مذکورہ کے والدین نے عورت کو اپنے گھر میں روک لیا اس پر جلال الدین مذکور نے دعویٰ بازکیا۔ عدالت میں فریقین کی طرف سے علماء پیش ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق شہادت دی۔ جلال الدین مدعی اہلحدیث ہے اس نے اپنی طرف سے جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو اور فریق ثانی نے مولوی نور احمد صاحب حنفی امرتسری کو پیش کرایا۔ مگر ڈپٹی پیر قمر الدین صاحب نے مدعی کا دعویٰ خارج کردیا۔ اس پر مدعی نے سیشن جج کے ہاں اپیل کیا سیشن جج نے بعد دیکھنے میں اور سننے میں بیان فریقین کے حکم یکم جون سنہ رواں کو فیصلہ کیا کہ اپیل منظور اور حکم عدالت ماتحت منسوخ گویا سیشن جج نے اس بات کا فیصلہ کردیا کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں۔ جیسا کہ اہل حدیث کا مذہب ہے۔ (اخبار اہل حدیث ص 29736 جون 1906ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام اس بارے میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو کسی نزاع کی بنا پر ایک وقت اور ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ طلاق دے دی چند روز کے بعد زید کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اب وہ دونوں میاں بیوی آپس میں بسا ؤ چاہتے ہیں مگر اکثر مولویوں کا کہنا ہے کہ تین دفعہ ایک ہی دفعہ میں طلاق دے دی جائے تو وہ عورت اس مرد کے لئے قطعاً حرام ہوجاتی ہے۔ اور بغیر حلالہ کے اب وہ اسکے گھر واپس نہیں آسکتی۔ اس بارے میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ سے اسلام کا صحیح فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے کہ مفصل ومدلل جواب سے مشکور کریں گے۔ بینوا توجروا۔ (المستفتی عبد الستار مومن پورہ بمبئی نمبر 11)

الجواب وھوالموفق للصدق والصواب۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم!

مسطورہ مسئولہ میں واضح دلیل ہو کہ زید نے اگر اپنی منکوحہ کو لیس نزاع پر ایک مجلس میں بفم واحد یا طہر واحد میں تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اور پھر وہ نادم پشیمان ہوتا ہے۔ تو اپنی منکوحہ کو وہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے۔ اور یہ تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق رجعی کے ہیں۔ اور اگر عدت کے ایام گزر گئے ہیں تو وہ اپنی منکوحہ کو بتجدید نکاح رجوع کر سکتا ہے۔ اور بغیر حلالہ کے اپنے گھر میں واپس لا سکتا ہے۔ یہ مسئلہ حدیث نبوی ﷺ اور اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے۔

لحدیث رواہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کانت الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی للہ عنہ سنتین من خلافہ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدہ فقال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان لناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم (رواہ مسلم فی صحیحہ ج ۱ ص ٤٧١)

یعنی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تھی طلاقیں تین زمانہ آپ ﷺ میں اور خلافت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دو سال خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک طلاق رجعی پھر جب جلدی کی لوگوں نے اس امر میں جس میں ان کے لئے مہلت وتاخیر تھی۔ تو حضرت عمر نے ان پر طلاق ثلاث کو (سیاسۃ) جاری فرما دیا۔ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سیاسی مصلحت تھی۔ اس لئے کہ لوگوں نے جو شرعی طریقہ طلاق کا تھا۔ یعنی ہر طہر پر طلاق دینے کا وہ چھوڑ دیا تھا۔

لقولہ تعالیٰ وطلقوہن لعدتہن ای حال کونہن مستقبلات لعدتہن بالحیض الثلاث بان یکون الطلاق فی طہر لم یمس فیہ وہو الطلاق السنی (تفسیر کلیمی ص ٤٤٨)

اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اس پر کوئی جرح نہیں جن لوگوں نے اس پر جرح کی ہے۔ وہ ان کی جہالت اور تعصب مذہبی پر مبنی ہے۔ اور اس حدیث کی تائید میں ایک حدیث مسند احمد ص 265 جلد ایک میں بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مروی ہے۔

قال طلق رکانہ امراہ فی مجلس واحد ثلاثا فعزن علیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا واحدۃ رواہ احمد وابو یعلیٰ وصححہ من طریق محمد بن اسحاق وقال ابن الہمام رئیس الفقہا ان محمد بن اسحاق ثقہ ثقہ ثقہ عند المحققین

دیکھو فتح القدیر اور امام ذہبی میزان الاعتدال ص 24 میں لکھتے ہیں۔

فالذی یظہر لی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق انتہی

نیز صحیح مسلم جلد اول صفحہ 471 میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ان ابا الصہباء قال لابن عباس رضی اللہ عنہ اتعلم ان ما کانت الثلاث تجعل واحدہ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وثلاثا من امارہ عمر رضی اللہ عنہ فقال ابن عباس رضی اللہ عنہ نعم

ہاں تین طلاقیں اکھٹی دینا خلاف سنت ہے۔ ہر طہر پر طلاق ہے۔

فکان ابن عباس رضی اللہ عنہ یروی انما الطلاق عند کل طہر

(دیکھو مسند احمد ص 265 جلد اول) مگر ایسی تین طلاقیں مذکورہ ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہے۔ عدت کے اندر اندر تک تو خاوند کو اختیار ہے کہ رجوع کر لے اور بعد عدت بتراضی طرفین جدید نکاح سے رجوع کر سکتا ہے۔ بغیر حلالہ کے۔

اب رہا اجماع صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تو سنیئے۔ جب اس پر خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک عمل رہا تو یہ اجماع سکوتی ہوا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت صدیقیہ میں اس کا خلاف نہیں پایا گیا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔

''وہم چنیں ہر صحابی از زمانہ خلافت صدیق تا سہ سال از خلافت عمر برہمیں بود کہ سہ طلاق یک طلاق است از روئے فتویٰ وافراد سکوت وبعضے اہل علم بریں دعویٰ اجماع قائم کردہ اند واجماع نہ کردہ اند واللہ الحمد برخلاف این بلکہ ہمیشہ درامت کسے بود کہ فتویٰ واوہ است بایں قرنا بعد قرن تا امروز چنانچہ فتویٰ داد بان ترجمان قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ (مسک الختام شرح بلوغ المرام ص 451)''

اور یہی مذہب ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا کہ ایک جلسہ کی تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی ہیں۔ دیکھو تعلیق المغنی علی الدار قطنی صفحہ 444 وفتح لباری ص 163 پارہ 22 ونیل الاوطار ص 54 اور 155 جلد 2 ومسک الختام ص 473 جلد 2)

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ایک بسیط کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام اغاثہ اللفہان ہے چنانچہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب اغاثہ اللفہان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مسند ابو بکر اسماعیل سے نقل کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تین طلاق جاری فرما کر پشیمان ونادم ہوئے اور فرمایا۔

ماندمت علی شی ندامتی علی ثلاث ان لاکون حرمت الطلاق وان لاکون انکحت الموالی وعلی ان لاکون قتلت النوائح اخرجہ ابو بکر الاسماعیل فی مسند عمر *کذا فی اغاثہ اللفہان ص ۱۸۱ مطبوعہ مسر

کیونکہ جس غرض سے آپ نے یہ حکم سیاسی جاوی کیا تھا بعد میں وہ حاصل نہیں ہوئی تو آپ نادم ہوئے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حرمت کا فتویٰ آپ کا اجتہادی تھا چنانچہ کتب فقہ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔

ان فی صدر الاول اذا ارسل الثلاث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدہ الی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم حکم (ای عمر رضی اللہ عنہ) بوقوع الثلاث الکثرتۃ بین الناس تہدیدا انتہی

(دیکھو مجمع النہر شرح منتقی الابحر مطبوعہ روم ص 190)

پس جو عورت مطلقہ ثلاث مجلس واحد میں بفم واحد یا طہر واحد ہے۔ اس سے بغیر حلالہ کے طلاق دہندہ رجوع کر سکتا ہے۔ فقط۔ ھذا ما عندی من الجواب واللہ اعلم بالصواب (کتبہ ابو محمد عبد الجبار السلفی اکھندیلوی الجیفوری مورخہ

یکم جمادی الثانی ص 73 ہجری)

الجواب واللہ الموفق للصواب

صورت مسئولہ میں ائمہ فقہ کا بہت بڑا اختلاف ہے ۔ اختلاف کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں حرام وبدعت ہیں ۔ مگر حکما یہ طلاقیں واقع ہوجایئں گی ۔ اور طلاق ثلاثہ سمجھی جایئں گی ۔ شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہے ۔

کتاب وسنت کی روشنی میں ایک مجلس کی تین طلاقین خواہ الگ الگ الفاظ ہیں ہوں جیسے طلقتک طلقتک طلقتک یا ایک ہی لفظ ہوں ۔ جیسے طلقتک ثلاثا دونوں صورتوں میں ایک مجلس کی یہ طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی ۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں اور خلافت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وصدر خلافت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس طرح کی ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی رہیں کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس عہد تک کوئی اختلاف منقول ومروی نہیں گویا یہ اجمتاعی مسئلہ ہے ۔

ہاں جب لوگوں نے معاملہ طلاق کو بازیچہ اطفال بنالیا ۔ اس کی شرعی اہمیت اور وزن کا احساس کم ہوگیا ۔ اور بعض افراد اس تقین کی بنیاد پر کہ تین طلاق ایک مجلس کی عورت مغلظہ نہیں ہوتی بلکہ شوہر کو حق رجعت باقی رہتا ہے ۔ ایک ایک مجلس میں تین تین طلاق دینے لگے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےاپنے آخری دور خلافت میں عام اعلان کردیا کہ اگر کسی نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو تینوں نافذ شمار ہوں گی ۔ اور عورت سے رجوع کا حق نہیں رہے گا ۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم سیاست پر مبنی تھا ۔ مصالح وقت کے پیش نظر ایسا کیا تھا ۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق شمار کئے جانے پر دلیل مسلم وابوداؤد وگیرہ کتب احادیث میں ابو رکانہ کا واقعہ ہے ۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام میں تفصیلات ملیں گی فقط ۔ العبد عبد الجلیل الرحمانی دارلعلوم بستی (21 فروری ص 54ء)

الجواب

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں ۔ شوہر کو ایسی طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے ۔

لحدیث رواہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کانت الطلاق علی عھد رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی للہ عنہ سنتین من خلافہ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدہ فقال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان لناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلوامضیناہ علیھم فامضاہ علیھم (رواہ مسلم فی صحیحہ ج ١ ص ٤٧١)

یعنی ایک مجلس کی تین طلاقیں عہد نبوی ﷺ وخلافت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسال خلافت فاروقی میں ایک طلاق شمار ہوتی تھی ۔ پھر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں نے اس امر میں جلدی کی جس میں ان کو شرعاً مہلت تھی ۔ پس اگر ہم ان کو جاری کردیں ۔ تو بہتر ہے پس بعد میں انہوں نے جاری کردیا ۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی عبد المطلب امراۃ ثلاثا فحزن علیہ حزنا شدیدا قال فسالہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا قال طلقتھا ثلاثا فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدہ فارجعھا ان شئت قال فراجعھا

یعنی رکانہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں ۔ پھر بہت نادم ہوئے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے ۔ انہوں نے کہا تین طلاق پھر آپ نے پوچھا کہ کیا ایک مجلس میں ؟ تو انھوں نے جواب دیا ہاں تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک طلاق ہوئی اگر تم چاہو تو رجوع کرلو چنانچہ رکانہ نے رجوع کرلیا ۔

یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں ۔ پہلی روایت تو مسلم شریف کی ہے ۔ جس کی صحت پر اجماع ہے اور دوسری روایت مسند احمد کی ہے ۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصیح کی ہے ۔ غرض یہ کہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دور میں اسی پر عملدرآمد رہا ۔ البتہ جب لوگوں نے کثرت سے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےاپنے عہد میں تینوں کو نافذ کردیا ۔ اور ان کا ایسا کرنا سیاسۃ تھا ۔ نہ کہ تشریعا کیونہ اگر کوئی ناسخ حدیث ہوتی تو اس کو ضرور پیش کرتے ۔ نہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کیا ۔ اور نہ کسی دوسرے صحابی نے اس کو بیان کیا ۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار تمنا کیا ۔ کہ کاش میں ان کو نافذ کردیتا ۔ برخلاف اس کے جب متعہ کے مسنوخ ہونے کا حکم سنایا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کا حوالہ دے کر سنایا اور پرزور الفاظ میں خطبہ دیا ۔ ابن ماجہ میں ہے ۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال ان عمر رضی اللہ عنہ خطب الناس فقال ان رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم اذن لنا فی المتعۃ ثلاثا ثم حرمھا واللہ لو اعلم احدا یتمتع وھو محصن لا رجمنہ با لحجارۃ الا ان یاتینی باربعۃ یشھدون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احلھا بعد اذ حرمھا

خلیفہ وقت کو اختیار رہے ۔ کہ وہ ایک مباح اور حلال چیز کی تعزیر کے طور پر کسی اور مصلحت کی بنا پر بندش کرسکتا ہے ۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ طلق کے علاوہ بعض مباح اور حلال چیزوں کو تعزیرا بند کردیا ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی ۔ جس نےاپنے غلام سے نکاح کیا تھا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں میں تفریق کرادی اور تعزیرا آئندہ کےلئے دوسرے خاوندوں سے نکاح اس پر حرام کردیا ۔ (کنز العمال)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدائن میں ایک یہودن سے شادی کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ اس کو طلاق دے دو یہ مسلمان عورتوں کےلئے بہت بڑا فتنہ ہے ۔ حالانکہ اہل کتاب سے نکاح کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے ۔ (ازالۃ الخفاء)

جب اس ترکیب سے بھی طلاق میں کمی نہ ہوئی ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر نادم ہوئے ۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے مسند عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے ۔

قال عمر بن لخطاب ماندم علی شی ندامتی علی ثلث ان لا اکون حرمت الطلاق (اغاثہ لفھان)

اگر واقعی یہ شرعی حکم تھا تو اس امضائے ثلث پر نادم ہونے کے کیا معنی ؟ خود فقہائے احناف میں بھی بعض لوگ اس کے قائل ہیں ۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم سیاسی تھا ۔ مجمع النہر شرح منتقیٰ الابحر ص 383

میں ہے۔

واعلم انہ فی الصدر الول اذا ارسل الثلث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر رضی الہ عنہ ثم یحکم بوقوع الثلث لکثرتہ بین الناس تہدیدا

اسی طرح طحاوی وغیرہ میں بھی ہے۔

شریعت مطہرہ نے طلاق کے معاملہ میں جو آسانی اور مہلت رکھی ہے تینوں کے وقوع کی صورت میں وہ فوت ہوجاتی ہے۔ ارشاد ہے۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ   فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے۔ تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے۔ ابوداؤد شریف میں رکانہ کے واقعہ طلاق میں یہ الفاظ مروی ہیں۔

فقال انی طلقتہا ثلاثا یا رسول اللہ قال قد علمت (اجعہا وتلایا۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ

اس موقع پر آپ ﷺ کا آیت مذکورہ کی تلاوت فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ طلاق دینا عدت کے لئے ہے۔ جب عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو رجوع کرلے۔ یا اس کو چھوڑ دے۔ عدت اسی لئے مشروع ہے۔ کہ اس طلاق دینے والے کے لئے یہ آسانی اور گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ اگر طلاق کے بعد ندامت محسوس کرے۔ تو عدت کے اندر رجوع کرلے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ وقوع ثلث کی صورت میں یہ آسانی فوت ہوجاتی ہے۔ اور ایسا کرنا شریعت کے منشاء کے خلاف ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ تینوں کا ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہونا ہی قیاس کے موافق ہے۔

ہم اختیار کثیر من علمائ الدین انہ لو طلقہا اثنین اوثلاثا لا تقع الا الواحدہ وہذا القول ہو الاقیس لان النہی یدل علی اشتمال المنہی عنہ علی مضدہ راجحۃ والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلک المفسدۃ فی الوجود وانہ غیر جائز فوجب ان یحکم بعدم الوقوع (تفسیر کبیر جلد 2)

نیل الاوطار جلد 6 میں ہے۔

ذہبت طائفۃ من اہل العلم الی ان الطلاق لا یتبع الطلاق بل یقع واحدہ فقط وقد حکی زالک صاحب البحر عن موسیٰ وروایۃ عن علی رضی اللہ عنہ وطاؤس وعطا وجابر بن زید والہادی والقاسم والباقر والنا مکر واحدن عیسی وعبد اللہ بن موسیٰ وروایۃ عن زید بن علی والیہ ذہب جماعۃ من المتاخرین منہم ابن تیمیۃ وابن القیم وجماعۃ من المحققین وقد نقلہ ابن مغیث فی کتاب الوثائق عن محمد بن وضاح ونقل الفتوی بذلک ین جماعۃ من مشائخ قرطبۃ کمحمد بن تقی ومحمد بن عب السلام وغیرہما نقیلہ ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس کعطار وطایوس وعمر بن دینار وعطاء بن المغیث ایضا فی ذلک الکتاب عن علی وابن مسعود وعبد الرحمٰن بن بن عوف الذبیر

صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبیر بن عوقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مسلک ہے۔ ایسے ہی تابعین ودیگر محدثین کی ایک بڑی جماعت کا یہی مسلک ہے۔ مثلاً جابر رحمۃ اللہ علیہ زید رحمۃ اللہ علیہ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ عطا بن رباح رحمۃ اللہ علیہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (فی روایۃ) داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے متبعین احمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ محمد بن تقی مخلد رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبد السلام خشنی رحمۃ اللہ علیہ ہادی رحمۃ اللہ علیہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ باقر رحمۃ اللہ علیہ ناصر رحمۃ اللہ علیہ احمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ خلاس بن عمر رحمۃ اللہ علیہ حارث عکلی رحمۃ اللہ علیہ بعض اصحاب۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ار مشائخ قرطبہ کی ایک جماعت۔ اکثر نام نیل الاوطار کی مذکورہ عبارت میں آگئے ہیں۔ بقیہ نام فتح الباری عمدۃ القاری اعلام الموقعین عمدۃ الرعایہ وغیرہ سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ ایک طلاق کے قائلین کی یہ جو فہرست پیش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسلک کے قائلین ہر زمانے میں کثرت سے رہے ہیں۔ اب اس موقع پر حال کے علمائے احناف کے اقوال پیش کیئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس مسئلے کی حقانیت اچھی طرح وضح ہوجائے۔

مولانا عبد الحیٔ صاحب حنفی لکھتے ہیں۔

القول الثانی انہ اذا اطلق ثلاثا تقع واحدہ رجعیۃ وہذا ہو المنقول عن بعض الصحابہ وبہ قال داؤد الظاہری وتباعہ وہو احد لقولین لمالک وبعض اصحاب احمد (عمدۃ الرعایۃ جلد ۲)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب حنفی مرحوم

ایک استفار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑجانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے۔ اور آئمہ اربعہ اس پر متفق ہیں جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے علاوہ بعض علمائ اس کے ضرور قائل ہیں۔ کہ ایک رجعی طلاق ہوتی ہے اور یہ مذہب اہل حدیث نے بھی اختیار کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ وابن اسحاق سے منقول ہے۔ پس کسی اہل حدیث کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں اور نہ وہ قابل مقاطعہ ہے اور نہ مستحق اخراج عن المسجد ہے۔ (محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ (منقول از اخبار الجمیعۃ دہلی۔ ص 44 جلد 14 مورخہ 6 شعبان 1350 ہجری)

بلکہ بعض علمائے احناف نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ بوقت ضرورت اس مسلک پر عمل کرتے ہوئے رجعت بھی کرسکتا ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حنفی

مدرسہ امینیہ دہلی ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب۔ بعض سلف صالحین وعلمائے متقدمین میں سے اس کے بھی قائل ہیں کہ صورت مرقومہ میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ اگرچہ ائمہ اربعہ میں سے یہ بعض نہیں ہیں۔ اور مفتی اہل حدیث پر اسی اختلاف کی بنا پر کفر ومقاطعہ

واخراج از مسجد کا فتویٰ غیر صحیح ہے ۔ بوجہ شدت ضرورت وخوف مفاسد کے اگر طلاق ثلاثہ دینے والا ان بعض علماء کے قول پر عمل کرلے گا ۔ کہ جن کے نزدیک اس واقعہ امر مرقومہ میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے ۔ تو خارج مذہب حنفی میں سے نہ ہوگا ۔ کیونکہ فقہائے حنفیہ نے بوجہ شدت ضرورت کے دوسرے امام کے قول پر عمل کرلینے کو جائز لکھا ہے اور اسی فروعی اختلاف کی وجہ سے بعض علمائے محدثین یا دیگر علماء کی توہین کرنا بڑا سخت کبیرہ گناہ ہے ۔ (منقول از رسالہ حق وصداقت کی عظیم الشان فتح ص 807)

ان حضرات کا یہ فرمانا کہ ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں ۔ صحیح نہیں ۔ مولانا عبد الحئی حنفی صاحب کی عبارت نقل کی جاچکی ہے ۔ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ بھی ہے ۔ کہ ایک طلاق واقع ہوگی ۔ اگر آئمہ اربعہ اس پر متفق ہوں ۔ تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حق آئمہ اربعہ میں دائر نہیں ہے ۔ خود متاخرین احناف نے مسئلہ تحلیف شہود میں آئمہ اربعہ کے متفقہ مذہب کے خلاف قاضی ابن ابی لیلیٰ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے ۔ (اشباہ ونظائر ص 160) (عبد العزیز اعظمی استاد جامعہ رحمانیہ بنارس 73 ہجری ۔ اصحاب من اصحاب ۔ قاری احمد سعید صاحب جامعہ رحمانیہ ب بنارس (18 جمادی الاول 73 ہجری ۔) مسلک اہل حدیث کے مطابق جواب بالکل صحیح ہے ۔ (حضرت مولانا شیخ الحدیث نذیر احمد صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ بنارس

جواب۔

زید طلاق دہندہ اگر آئمہ اربعہ میں سے اگر کسی ایک امام کا مقلد نہیں ہے ۔ بلکہ عقیدۃ وعملا طلاق سے پہلے اہل حدیث ہے تو صورت مسئولہ میں اس کو شرعا رجوع کرنے کا حق واختیار ہے ۔ کیونکہ صورت مسئولہ میں ذیل کی دو صحیح حدیثوں کی رو سے اس کی بیوی ہندہ پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ۔

1۔ عن ابن عباس قال طلق رکانہ بن یزید اخو بنی مطلب امرۃ ثلاثا فی مجلس واحد نحزن علیھا حزنا شدیدا قال فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا قال طلقتھا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدہ فارجعھا ان شئت قال فرجعھا (مسند احمد ج ١ ص ٢٦٥)

2۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وسنتین من خلاۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلث واحدۃ مسند احمد ج ١ ص ٣١٤ مسلم ج ١ ص ٤٣٣...٤٣٤ مستدرک حاکم ج ١ ص ١٩٦)

ایک مجلس کی تین طلاق بیک لفظ ہو ۔ مثلا انت طالق ثلاثا یا 3 لفظ ہو ۔ جیسے انت طالق ۔ انت طالق ۔ انت طالق ۔ ہر دو نوع بدعی ہے ۔ اور آیت ۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ

۔ کے خلاف ہے ۔ تفصیل زاد المعاد ص 51 وص 53 جلد نمبر 1 جلد 3 نظام الطلاق نے الاسلام میں ملاحظہ کی جائے ۔ (عبید اللہ رحمانی مبارک پوری 7/739 ہجری)

جمہور آئمہ کے نزدیک تینوں طلاقیں پڑگئیں ۔ اور بغیر شرعی حلالہ کے زوج اول کے لئے درست نہیں ہے ۔ اور اہلحدیث کے نزدیک ایک رجعی طلاق پڑی ہے ۔ عدت میں رجوع کرسکتا ہے ۔ عدت ختم ہونے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی ۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں ایک دفعہ ایک مرتبہ کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں ۔ (مسلم شریف) (اہلحدیث دہلی 15 جنوری 52ء) (شیخ الحدیث مولانا عبد السلام صدر مدرس مدرسہ ریاض العلوم دھلی ۔

الجواب۔

صورت مرقومہ بالا میں واضح ہو کہ اسلام کے جہاں اور مراسم جاہلیت کو مٹایا وہاں اس رسم بد کو بھی مٹایا جس سے لوگ اس صنف نازک پر ظلم ڈھایا کرتے تھے اور اس کو تنگ وپریشان کیا کرتے تھے ۔ اسلام سے پہلے اہل جاہلیت کا یہ طریقہ تھا کہ طلاق کی کوئی حد متعین نہ تھی ۔ جتنی چاہتے طلاقیں دیتے چلے جاتے ۔ اور رجوع کرتے جاتے حتیٰ کے ایک ایک آدمی اپنی بیوی کو سو سو طلاق دے دیتا پھر بھی وہ اس کی بیوی ہی رہتی شروع اسلام میں بھی مسلمان ایسا کرتے رہے ۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ۔

عن عائشہ کان الناس والرجل یطلق امراتہ ماشاء ان یطلق وہی امراتہ اذا ارتجعھا وہی فی العدہ وان طلقھا مائۃ مرۃ اواکثر حتی قال الرجل لامراتہ واللہ لا اطلقک تتبنین من ولا اوویک ابدا قالت وکیف زاک قال الطلقک نکلما ہمت عدتک ان تنقضی راجعتک فذہبت المراۃ حتیٰ دخلت علی عائشہ فاخبرتھا فسکتت عائشہ حتی جائ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزل ...... آیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ...... قالت عائشہ رضی اللہ عنہا فاستانف الناس الطلاق مستقبلا من کان طلق ومن لم یطلق (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ۔ کہ (زمانہ جاہلیت) میں لوگوں کا یہ حال تھا ۔ کہ مرد اپنی بیوی کو جتنی چاہتا طلاق دے دیتا پھر بھی وہ اس کی بیوی رہی رہتی جب کہ وہ عدت میں اس سے رجوع کرلیتا اگرچہ وہ اس کو سو یا اس سے بھی زیادہ طلاق دے چکا ہو ۔ حتیٰ کہ زمانہ اسلام میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا کی قسم نہ تو میں تجھے طلاق ہی دوں گا ۔ تاکہ تو مجھ سے علیحدہ ہوجائے ۔ نہ تجھے بساؤں گا اس کی بیوی نے کہا یہ کیونکر ہوگا ۔ اس نے کہا میں تجھے طلاق دوں گا جب تیری عدت ختم ہونے کو ہوگی تجھ سے رجوع کرلوں گا ۔ پھر وہ عورت حضرت عائشہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے پاس گئی ۔ اور اپنا سارا ماجرا بیان کیا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن کر خاموش ہوگئیں ۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو اس عورت کا حال سنایا آپ ﷺ سن کر خاموش ہوگئے ۔ حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ۔ طلاق رجعی دو بار ہے ۔ پھر اگر رکھنا ہے تو اچھی طرح رکھو اور چھوڑنا ہے تو اچھی طرح چھوڑ دو'' اس کے بعد لوگوں نے خواہ طلاق دے چکے تھے یا طلاق نہ دی تھی نئے سرے سے (شرعی طور پر) طلاق دینی شروع کی ۔

طلاق شرعی جس کو طلاق سنی بھی کہا جاتا ہے ۔ یہ ہے کہ جب عورت حیض سے پاک ہو ۔ بحالت طہر اس کو ایک طلاق دے ۔ اور اس سے جماع نہ کرے ۔ پھر دوسرے مہینے میں جب حیض سے پاک ہو تو دوسری طلاق دے ۔ پھر تیسرے مہینے میں حیض سے پاک ہونے کے بعد تیسری طلاق دے ۔ یہی طلاق محرمہ اور طلاق قطعی ہے ۔ اس طریقہ سے جو شخص طلاق دے گا ۔ تو اس کی بیوی تیسری طلاق کے بعد اس پر حرام ہوجائے گی ۔ اب تاوقت یہ کہ حلالہ شرعی نہ ہو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے ۔ اور حلالہ شرعی یہ ہے کہ وہ عورت اپنے طور پر کسی سے نکاح کرے ۔ اور خاوند ثانی اس سے جماع بھی کرے ۔ پھر وہ اپنے طور پر اس کو طلاق دے دے ۔ تو خاوند اول کے لئے وہ عورت حلال ہوگی ۔

اس کے خلاف جو لوگ اکھٹی تین طلاقیں دیتے ہیں۔ وہ طلاق بدعی اور غیر شرعی ہے۔ اسی طرح طلاق دینی ہی نہیں چاہیے۔ اگر طلاق دینے کی ہی ضرورت ہو تو طلاق شرعی بطور مذکور دینی چاہیے۔ اور اگر کوئی تحض تینوں طلاقیں اکھٹی دے گا۔ تو وہ مجموعی تین طلاقیں طلاق قطعی نہ ہوں گی۔ جن کے بعد عورت حرام ہوجاتی ہے۔ بلکہ ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہوں گی۔ جس کے بعد خاوند کو عدت کے بعد رجوع کرنے کا پورا اختیار رہے۔ اور انقضاء عدت کے بعد تجدید نکاح کے ساتھ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا دو طلاق دے تو اس کی عدت کے اندر بالاتفاق رجوع کرنے کا اختیار رہے۔ اور عدت گزرجانے کے بعد تجدید نکاح اس عورت کو بیوی بنانے کا حق ہے۔ کیونکہ اللہ نے رسم جاہلیت کو مٹا کر تین طلاقیں معین فرمادیں۔ اور اس کا طریقہ یہ بتلادیا۔ کہ علحدہ علحدہ مرہ بعد مرۃ دی جایئں اکھٹی نہ دی جائیں جیسا کہ آیت شریفہ۔ الطلاق مرتان

سے ظاہر ہے۔ کیونکہ مرتان لغت میں اس امر کے لئے آتا ہے۔ جس کا وقوع علحدہ علحدہ مرۃ بعد مرۃ ہوا ہو نہ کہ مجموعہ جیسے آیات ذیل اس پر شاہد ہیں۔

1۔ قال اللہ تعالی سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ اي مرة بعد مرة

2۔ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ

3۔ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

پھر ثلث مرات کی تفسیر آگے آیت میں تین اوقات عشاء دوپہر نماز فجر سے قبل کے ساتھ فرمائی۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین طلاقیں رکھیں اور ان کے دینے کا شرعی طریقہ یہ بتایا کہ علیحدہ علحدہ بحالت طہر دی جایئں۔ اور دو طلاق تک رجوع کرنے کا اختیار دیا۔ اس میں حکمت و مصلحت یہی ہے کہ زوجین کو سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ ملے اور خاوند اپنی غلطی پر نادم ہو کر اپنی بیوی سے رجوع کرلے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے طلاق کے سلسلہ میں خاوندوں کو اتنی مہلت دی ہے۔ کہ وہ سوچ بچار کرلیں۔ اور جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اور یہ حق رجوع اور مہلت اسی وقت ہوسکتی ہے کہ جب مجلس واحد کی مجموعی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی مانا جائے۔ اور اگر مجلس واحد کی تین طلاقوں کو تین قطعی محرمہ مانا جائے۔ جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ تو خاوندوں کا حق رجوع جو دو طلاق تک رکھا ہے۔ وہ اس صورت میں قطعاً سلب ہوجاتا ہے۔ اور طلاق ایک ایسی فوری چیز بن جاتی ہے۔ کہ جس کے زبان کے نکلنے کے بعد خاوند کو اپنی بیوی رجوع کرنے کا حق ہی رہتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے سوا طلاق شرعی قطعی کے رجوع کا پورا پورا حق اور اختیار دیا ہے۔ پس صحیح و محقق قرآن و حدیث کی روشنی میں یہی ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہے۔ پس زیر صورت مرقومہ فی السوال میں بلاشک وشبہ عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔ اور انقضاء عدت کے بعد بتجدید نکاح اپنے نکاح میں لاسکتا ہے۔ اس پر زیل کی دو حدیثیں بصراحت دال ہیں۔

عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر رضى الله عنه وسنتين من عمر خلافه عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن خطاب رضى الله عنه ان لناس قد استعجلوا فى امر كانت لهم فيه اناة فلوا مضيناه عليهم فامضاه عليهم (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ او عہد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دو سال خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاقیں مجلس واحد کی ایک شمار ہوتی تھیں۔ جب لوگوں نے غیر شرعی طور پر تین طلاقیں اکھٹی کثرت سے دینی شروع کیں۔ تو حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں نے ایسے کام میں جس میں ان کے لئے مہلت تھی۔ جلد بازی شروع کردی۔ پس اگر ہم ان پر تین طلاقوں کو جاری کردیں۔ اور (رجوع نہ کرنے دیں) تو مناسب ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر جاری کردی۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجموعی طلاق ثلاثہ کو جاری کرنا شرعی حیثیت سے نہ تھا بلکہ محض انتظامی وتادیبی طور پر اس مصلحت کے ماتحت تھا۔ کہ لوگ طلاق دینے کے اس غیر شرعی طریقے سے باز آجایئں۔ اور طلاق کے صحیح شرعی طریقے کو اختیار کریں۔ جیسے کہ خود ان کے کلام سے ظاہر ہے۔

2۔ جو اس سے بھی واضح ہے۔ جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں

قال ابن عباس رضى الله عنه قال طلق ركانة عبد يزيد اخو بنى المطلب امراته ثلاثا فى مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا قال فساله رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فقال فى مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحده فارجعها ان شئت قال فراجعها فكان ابن عباس رضى لله عنه يراي انما اطلاق عند ل طهر

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید اخو بنی مطلب نے مجلس واحد میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیں۔ اس پر وہ سخت غمگین ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو نے کس طرح طلاق دی اس نے عرض کی میں نے اس کو تین طلاقیں دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مجلس میں؟ اس نے کہا ہاں ایک مجلس میں آپ ﷺ نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ یہ ایک ہے۔ اگر تو چاہے تو اس سے رجوع کرلے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا۔ اس بنا پر کے مجلس واحد کی تین طلاقیں غیر شرعی اور ایک طلاق کے حکم میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ طلاق شرعی وہی ہے۔ جو طہر میں دی جائے (مسند احمد)

قال ابن القيم فى اعلام الموقعين وقد صحح الامام ہذا الاسناد حسنه وقال الحافظ فى فتح البارى بعد زكر فى ہذا الحديث اخرجه احمد وابو يعلىٰ وصححه من طريق محمد بن اسحاق وہذا الحديث نص فى المسئلة لايقبل لاتاويل الزي فى غيره من الروايات انتهى فقط والله اعلم

(حررہ العاجز ابو محمد عبد الجبار غفرلہ الغفار صدر مدرس مدرسہ دار لعلوم شکراوہ ضلع گوڑگائوں (مشرق پنجاب)

الجواب

صورت مسئولہ عنہا میں زید کی تینوں طلاقیں واحدہ رجعیہ ہیں۔ اگر زوجین ایک دوسرے سے رازی ہیں۔ تو از روئے شریعت حقہ محمدیہ (ﷺ) زید کو دوران عدت میں رجوع عن الطلاق کا حق حاصل ہے۔ اور بعد عدت وہ نکاح جدید سے اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے۔

اس بارے میں علمائے احناف کا فتویٰ حرمت سراسر زیادتی اور تجاوز عن الحق ہے۔ صریح احادیث اور قرآنی آیات مبین ہیں کہ خیر القرون میں ایک مجلس کی تین یا زائد طلاقوں کو خود آپ ﷺ نے واحدہ رجعیہ قرار دے کر رجوع کا حکم فرمایا ہے اس مسئلہ میں علمائے احناف

اولا آیت کریمہ الطلاق مرتان الایۃاور دوسری آیت طلاق کے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ارسال طلاق دفعۃ ومفرقتہ ہر دو طرح درست ہے اور کسی بھی آیت سے ایک طلاق وتین طلاق کے ایقاع میں فرق ثابت نہیں ہے بلکہ بقول علامہ کرمانی الطلاق مرتان الایۃ کے لفظ سے دو طلاقوں کے بیک جلسہ واقع ہونے کی دلیل ملتی ہے ۔ پس جبکہ جلسہ دو طلاقیں واقع ہوسکتی ہیں ۔ توتین طلاقیں بھی واقع ہوسکتی ہیں ۔

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے ۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ عسقلانی فرماتے ہیں ۔ کہ جن آیات سے علمائے احناف استدلال کرتے ہیں ۔ وہ آیت الٹا ان کے دعوے کی تردید کرتی ہیں ۔ کیونکہ آیات طلاق عام مخصوص ہیں ۔ اوران کی تخصیص ان احادیث سے ہوتی ہے جن سے بصراحت ثابت ہے ۔ کہ مجلس واحد کی تمام طلاقیں ایک شمار ہوں گی رہاعلامہ کرمانی کا یہ کہنا یہ جب الطلاق مرتان الایۃ دو طلاقوں کے دفعۃ وقوع پر دلالت کرتی ہے توتین کے وقوع پر کیوں نہیں دلالت کرے گا ۔ تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ اول تو یہ لفظ مستدل کے دعویٰ کو صریح مخالفت کرتا ہے ۔ دوسرے اگر اس سے دو طلاقوں کے دفعۃ وقوع پر استدلال لایا بھی جائے ۔ تو اس سے کامل جدائی لازم نہیں آتی ۔ بخلاف اس کے طلاقات ثلاثہ سے کامل جدائی لازم آجاتی ہے ۔ پس پہلے پر دوسرے کو قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ۔ ؟

ثانیاً ۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ۔

کانت قال طلق جدي امراۃ لہ الف تطلیقہ فانطلق الی رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم فزکرلہ زالک فقال ما اتقی اللہ جدک اماثلاث فلہ واما تسع مائۃ وسبع وتعرن فعدوان وظلم ان شاء اللہ عذبہ وان شاء غفرلہ اخرجہ عبد الرزاق

لیکن اس حدیث سے بھی استدلال کرنا صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ اس کی سند میں یحیٰ بن علاء عبید اللہ بن ولید ہالک اور ابراہیم بن عبد اللہ مجہول راوی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی روایات قابل احتجاج نہیں ہوسکتی ۔

سطور بالا سے یہ بات واضح ہوچکی ہے ۔ کہ علمائے احناف کے استدلالات صحیح بنیاد پر قائم نہیں ہیں ۔ بخلاف اس کے محدثین کرام کا مسلک صحیح احادیث سے ثابت ہ چنانچہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔

کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافہ عمر طلاق الثلث واحدہ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوانی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلوا امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم (رواہ احمد ومسلم)

اس روایت سے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے ۔ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں عہد نبوت ﷺ خلافت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ او سنتین من خلافہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں توایک ہی شمار ہوئیں لیکن اس کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاروق نے ان کو نافذ کردیا ۔ لہذا اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول وفعل مفتی بہ اور قابل عمل ہوا ۔ اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کو منسوخ کردیا ۔ نعوذ باللہ اس قسم کی حرکت کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ وہ شارع علیہ السلام کے قول وفعل کو صحابی کے قول وفعل سے منسوخ قرار دے کر کتنی بڑی زیادتی کا ارتکاب کر رہے ہیں ۔

2 ۔ حضرت ابو صہباء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔

انہ قال لابن عباس ہات من ہناتک الم نکن طلاق الثلث علی عہد رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم وابی بکر واحدہ قال کان ذالک (رواہ مسلم)

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔

انہ قال یا رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم انی طلقتہا ثلاثہ قال قد علمت ارجعہا ثم تلا واذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن واحصوا العدۃ الخ (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

طلق ابو رکانۃ ام رکانہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجع امراتک فقال انی طلقتہا ثلاثا قال قد علمت راجعہا (رواہ احمد والحاکم)

یہ اوران جیسی دوسری روایات سے بصراحت ثابت ہے ۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس کی تمام طلاقوں کو واحدہ رجعیہ قرار دیا ہے اور خیر القرون میں صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اسی پر تعامل رہا ۔ واللہ اعلم بالصواب

پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کو اپنے لئے قانون زندگی اور مشعل راہ ہدایت سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی گزارے اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو دین کی سمجھ اوراس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے ۔ آمین

(العاجز عبد الرحمٰن سلفی ۔ رجوروی مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لھویا سرائے دربھنگہ (9 مارچ 54ء) الجواب ۔ صحیح ۔ محمد ادریس اذاد رحمانی ۔ جواب صحیح ہے ۔ عبید الرحمٰن رحمانی احمدیہ سلفیہ الجواب صحیح ۔ محمد عبد الحیٔ سلفی مدرس دارلعلوم احمدیہ سلفیہ

مسئلہ

طلاق کی آیت کریمہ اور احادیث نبوی ﷺ کو بغور دیکھا جائے ۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی متعدد طلاقیں شرعی طور پر ایک ہی کا حکم رکھتی ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْتَسْرِیحٌ بِاِحْسَانٍ

یہاں ''مرتان'' پر غور کیجئے ۔ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی مرتان کا لفظ آیا ہے ۔ جیسے سنعذبھم مرتین ظاہر ہے کہ یہ دونوں تعذیب ایک دوسرے کے بعد ہوں گی ۔ بیک دفعہ نہیں ہوں گی ۔ دوسری جگہ ہے

اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوالِیَسْتَأْذِنکُمُ الَّذِینَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَالَّذِینَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنکُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّن قَبْلِ صَلَاۃِ الْفَجْرِ وَحِینَ تَضَعُونَ ثِیَابَکُم مِّنَ الظَّہِیرَۃِ وَمِن بَعْدِ صَلَاۃِ الْعِشَاءِ

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مرات کی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے غور کرنے والے کو یہ وقفے صاف بتا رہے ہیں ۔ کہ یہ تینوں مرات تین اوقات میں ہیں ایک ہی وقت میں نہیں ہیں ۔

صحیح احادیث میں اس تصریح مفصل موجود ہے جن میں سے بعض احادیث کو فاضل مجیب نے نقل بھی کیا ہے۔ ان میں سے بعض احادیث تو اتنی واضح ہیں کہ اس میں کوئی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ احمد ابو یعلیٰ وغیرہ میں صحیح روایت ہے اس طرح ہے

طلق رکانۃ بن عبد یزید امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدید افسالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما تلک واحدۃ فارتجعہا الحدیث

اس قسم کی صاف اور واضح حدیثوں کے بعد کس مومن کی مجال ہے۔ کہ انکار کردے۔ اور تاویل کی راہیں تلاش کرے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیرحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو فتح الباری میں نقل کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ہذا الحدیث نص فی المسئلۃ لایقبل التاویل

خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اماموں کا قول موجود ہے۔ کہ جب کوئی حدیث مل جائے۔ تو میرے قول کو چھوڑ کر حدیثوں پر عمل کرو۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب کہ قرآن مجید ناطق ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کو یہ غور کرنا چاہیے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ قول ہے۔ کہ قرآن وحدیث صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے فتاوے پر مقدم ہے۔ جب کوئی حکم صریح طور پر قرآن اور حدیث میں موجود ہو تو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے قول سے فیصلہ کرنا اور استدلال کرنا بہتر نہیں۔ پھر اس مسئلہ میں یہ کس طرح درست ہوگا۔ کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ پر عمل کرنے لگیں۔

بعض اس وہم میں بتلا ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہوگیا تھا۔ مگر یہ بات عقل سے کس قدر بعید ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ کے مفتی رہ چکے ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت دنوں بعد تک مکہ میں مسند افتاء پر فائز تھے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف حدیثیں روایت کریں۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ پر متفق ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مدنیہ کے مفتی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا مسلک یہی رہا ہے۔ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف عطاء طاؤس وغیرہ۔

علاوہ ازیں ایک حق پرست کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ قرآن وحدیث میں کیا موجود ہے۔ کس نے کیا کہا اور کتنے اس کو کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ حق کی کسوٹی نہیں ہے۔ حق کی کسوٹی دلائل ہیں۔ اور صرف قرآن وحدیث کے نصوص قطعیہ جو لوگ تفقہ کا ادعاء کرتے ہیں۔ وہ اس پر کبھی غور نہیں کرتے۔ کہ زوجین کی تفریق ابدی کے لئے ایک ہی بار طلاق دینا کافی کیوں نہیں سمجھا گیا۔ تین بار موقع کیوں دیا گیا۔ اس میں کون سی مصلحت اور حکمت ہے ظاہر ہے کہ انسان قوت غضبیہ اور جذبات سے کبھی مغلوب ہو جاتا ہے۔ رشتہ دائمی محض ایک بار کے بے سوچے سمجھے فیصلہ سے کاٹ دیا جائے۔ تو کس قدر حرج ہوگا اور زوجین کی زندگی کس قدر تلخ ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم اکبر نے تین بار موقع دیا ہے۔ کہ تم سوچو اور بار بار سوچ کر قطعی فیصلہ آخر میں کرلو یہ تیسرا فیصلہ تمہارا قطعی فیصلہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد تم کو کبھی بھی موقعہ نہیں دیا جائے گا۔

یہ بات کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ کہ کوئی ناواقف غصہ میں یا جذبات سے مغلوب ہو کر اپنی بیوی سے کہہ دے۔ کہ ''میں نے تم کو تین طلاقیں دے دیں'' اس کے دس منٹ کے بعد اس کا غصہ فرو ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے کہنے پر نادم ہے۔ اپنے معصوم اور ننھے بچوں کو دیکھتا ہے۔ اور پھر اپنی راحت جاں بیوی کی وفاداری کو یاد کرتا ہے۔ تو فوراً کسی فقیہ کے پاس آتا ہے وہ فقیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ بیوی تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ البتہ تم حلالہ کرالو۔ تو وہ تمہارے نکاح میں آسکتی ہے۔ وہ غریب اپنے بچوں اور بیوی کے تعلقات تو دیکھتا ہے۔ اپنی اور اپنی رفیقہ کی زندگانی کی تباہی نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ یہ سوچتے ہی اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔ ناچار وہ اس فقیہ کے بناوٹی فتویٰ ''حلالہ'' (جو حقیقت میں فحش کاری دیوثی ہے۔) پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے کہ کیا شریعت حقہ عقل و فہم سے اس قدر بعید ہے؟ کیا اسلام اس عصمت ریزی کو پسند کرتا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ فقہاء نے طلاق کے اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوتاہی کی ہے۔ اور جب انہیں اس معاملہ میں دشواری نظر آئی تو انہوں نے ''حلالہ'' کی اجازت دے دی۔ جو شریعت میں قطعاً حرام ہے۔ اور جس کے کرنے والے پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت بھیجی ہے۔ انا اللہ ونا الیہ راجعون

کوئی ان فقہیوں سے یہ نہیں پوچھتا ہے کہ حضرت آپ کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص یوں قسم کھائے کہ ''احلف باللہ ثلاثا'' تو آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ اس قسم ایک ہی شمار ہوگی۔ حالانکہ لفظ''ثلاثا'' کا معنی ''تین'' آتا ہے۔ اور جب کوئی اپنی بیوی کو کہہ دے۔ طلقتک ثلاثہ'' سے آپ ''واحدا'' مراد لیتے ہیں۔ اور دوسری جگہ ثلاثا سے ثلاثا مراد لیتے ہیں۔

دوستو! خدا اور اس کے رسول ﷺ کا حکم موجود ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہم سب کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ اس کے علاوہ جتنے قول اور باتیں ہیں۔ وہ سب خرافات اور گمراہ کن ہیں۔ الحذر! الحذر! ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب (محمد ظہور رحمانی رجوروی مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لھویا سرائے دربھنگہ۔)

تین طلاقیں اور حنفی مذہب

از قلم حضرت خطیب الہند مولنا محمد صاحب جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اہل حدیث تو اس صحیح حدیث کے مطابق جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہوئیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ اور اس حدیث کے مطابق جو ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی تین طلاقوں والی ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں اس کے خاوند کو لوٹا لینے کا حکم دیا تھا اپنا مذہب یہ رکھتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں عدت کے اندر رجوع کا اور بعد عدت اگر میاں بیوی رضا مند ہوں تو نئے نکاح سے بسنے کا اختیار ہے۔

لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ ایسی صورت میں جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح اور مجامعت نہ کرے۔ اگلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی کہنے کو تو یہ ایک مسئلہ کہہ گئے لیکن پھر مشکلات جو سامنے آئیں تو کیا کیا مسائل

ایجاد کرنے پڑے۔ انہیں دیکھئے! میرا تو خیال ہے کہ جو حیلے اس کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں وہ جہاں بے دلیل بلکہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں وہاں مہذب انسان اور متمدن دنیا کے ماننے کے قابل بھی نہیں ہیں خیال فرمایئے۔

1۔ در مختار مصری جلد دوم ص 584 میں لکھتے ہیں۔ اس کے لئے ایک بہترین لطیف حیلہ یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی قریب بلوغت غلام سے کردیا جائے اور دو گواہ کرلیے جائیں جب وہ دخول کرے۔ تو اس عورت کی ملکیت میں اس غلام کو کردے تو نکاح باطل ہوجائے گا۔ پھر وہ عورت اس غلام کو کسی اور شہر میں بھیج دے۔ تاکہ یہ معاملہ پوشیدہ رہے لیکن اس عورت کا ولی بھی اس نکاح پر رضامند ہونا چاہیے۔

2۔ صفحہ 586 پر لکھتے ہیں۔ کہ گو اس شرط پر نکاح کرنا کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اگلے خاوند پر حلال ہوجائے۔ ہے تو مکروہ تحریمی لیکن اگر ایسا کرے تو عورت اپنے اگلے خاوند کے لئے حلال ہوجائے گی۔

3۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات زبان پر نہ لائے جائے صرف دل ہی دل میں طے شدہ رلے تو کچھ کراہیت بھی نہیں۔ بلکہ اس صورت میں اس شخص کو خدا کی طرف سے بھی اجر ملے گا۔

4۔ پھر صفحہ 587 میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک لطیف حیلہ اس کا یہ ہے۔ کہ نکاح کرنے والا کہے میں تجھ سے نکاح کرکے مجامعت کروں تو تجھے طلاق بائن ہے۔

5۔ یا یہ شرط کرے۔ کہ اگر میں تجھے نکاح کرکے تین دن سے زیادہ رکھوں تو تجھ پر طلاق بائن ہے۔

6۔ ایک اور صورت یہ ہے کہ عورت کہے میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں۔ اس شرط پر کہ میرا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا۔ یعنی جب میں چاہوں اپنے تیئں طلاق دے دوں۔ (میں نے عربی کی عبارتیں بخوف طوالت چھوڑ دی ہیں۔) یہ صورتیں تو آپ نے پڑھ لیں۔ اب ان حدیثوں پر بھی ایک نظر ڈالئے۔

حضور اکرم فرماتے ہیں۔ لاطلاق قبل نکاح یعنی نکاح سے پہلے طلاق نہیں (شرح السنہ) اور حدیث میں ہے۔ لاطلاق فیما لایملک یعنی جس چیز کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں (ترمذی وغیرہ) اور حدیث شریف میں ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ

یعنی اس شخص پر کہ جو کسی کی بیوی سے صرف اسی لیے نکاح کرے۔ کہ وہ اس پر حلال ہوجائے اس پر اور جس کے لئے یہ کیا گیا ہے۔ اس پر اور دونوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے۔ (ابن ماجہ وغیرہ) پھر نکاح سے پہلے کی طلاق اور اس کی شرطیں اور ایسا کرنے اور ایسا کرانے والا ملعون اور پھر خود حدیث میں اس سے چھٹکارے کی بہترین صورت یعنی ان تین کو ایک گن لینے کی موجود۔ اب میں اپنے زمانے کے مقلدین احناف سے پوچھتا ہوں۔ کہیے آپ کی طبعیت ان مسائل کی طرف جھکتی ہے۔ جو فقہاء نے بیان فرمائے ہیں۔ یا ان کی طرف جو حدیث میں آئے ہیں۔ ؟ میں تو آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دوں گا۔ کے صرف فرمان رسول ﷺ کے پابند وعامل بن جاؤ فقہاء کو اسی درجے پر رکھو جوان کا ہے۔ جس طرح ان کا گھٹانا بُرا ہے اسی طرح ان کا بڑھانا بھی بُرا ہے۔ فقہ کی کتابیں کچھ خدائی کتابیں تو ہیں ہی نہیں جو غلطی سے پاک صاف ہوں۔ مجتہد اور آئمہ کچھ نبی تو نہیں جو وہ معصوم محض ہوں۔ گو آئمہ اپنی غلطی پر بھی ثواب پائیں۔ لیکن ہم آپ کی حدیث کے خلاف کس کی مان پر خُدا کے ہاں کیا منہ دکھائیں گے۔ پس جس کا قول مطابق قول پیغمبر ہو لے لو۔ ورنہ بزرگی مسلم اور قول نا مسلم حنفی عالمو! خدارا میری نصیحت پر عمل کرو۔ اس غلط مسئلے کو اور ان حیلوں کو چھوڑ دو۔ اور حدیث کے مسئلوں کو برحق مان لو۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک دیکھیں گذر ہو یا نہ ہو اس گلزار تک

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کے ابو رکانہ نے اپنی بیوی ام رکانہ کو طلاق دے کر قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ پس آپ نے فرمایا تو اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کرلے اس پر ابو رکانہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں تو اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا قد علمتُ راجعھا مجھے معلوم ہے جاؤ تم رجوع کرلو۔ پھر آپ نے آیت۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پڑھی۔ (ابوداؤد) یعنی اے نبی! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو۔ تو ان کی عدت میں دو قرآن فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پ 28 سورۃ طلاق آیت 1) اس آیت کو حضور نے حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلاق کا مسئلہ بتلاتے وقت پڑھا تھا۔ جس سے آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تین طلاقیں دینے والا عدت میں باقاعدہ طلاق دیا کرے۔ یعنی ہر طہر میں بلا مجامعت حیض کے بعد ایک طلاق۔ نہ کہ تینوں طلاقیں ایک ساتھ خود قرآن اور جگہ فرماتا ہے۔ الطلاق مرتان یعنی طلاق دو مرتبہ ہے پھر فرمایا۔۔

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ یعنی پھر اگر طلاق دے دے۔ تو اب اسے اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ دوسرے کے نکاح میں نہ چلی جاوے۔ (پھر وہ دوسرا مر جاوے یا اپنی خوشی سے الگ کردے) پس ثابت ہوا کہ پہلی دو طلاقیں ایسی ہیں جن میں رجوع کا اور بلا کسی اور کے نکاح میں گئے طلاق دینے والے کے نکاح میں چلے جانے کا اختیار باقی ہے۔ چنانچہ دو طلاقوں کے ذکر کئے بعد فرمایا۔ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۔ یعنی ان دو طلاقوں کے بعد یا تو اچھائی سے رکھے یا عمدگی سے چھوڑ دے اور آیت میں ہے۔

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

یعنی عدت کے اندر اندر ان کے خاوند کو ان کو لوٹا لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ پس یہ ہے تین طلاقیں دینے کا شرعی قاعدہ حضور ﷺ کے زمانے میں جس نے اس کا خلاف کیا تھا۔ اس پر آپ ناراض ہوئے اور فرمایا میری موجودگی میں تم کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کرنے لگے ہو۔

برادران احناف! آؤ میں تمھیں ایک بتاؤں۔ یہ تو آپ نے معلوم کرلیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے تین سال تک ہی حکم رکھا۔ کہ تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں ایک شمار کیجائے پھر تین سال بعد کسی وحی کے زریعے تو یہ حکم بدلا نہیں تو آج آپ کو اس کا بدلہ ہوا اور سنت رسول ﷺ کو نسخ شدہ کیوں مانیں؟ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی لواقع اسے تین ہی جانتے۔ تو مان لو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بادل نخواستہ خاموش رہے۔ خلافت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باوجہ ماتحتی کے چپ رہے لیکن آخر خود مختاری کے زمانے میں تین سال تک ایک حلال کو حرام قرار دینا کہاں تک اپنے اندر ندرت رکھتا ہے۔ آج کونسی وجہ مانع تھی؟ اصل بات یہی ہے جو منقول ہے۔ اور جسے آپ ابھی اوپر پڑھ کر آئے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو شروع خلافت کے زمانے میں ایسی طلاق دینے والے پر اس کی عورت حرام سمجھی۔ نہ بعد از شرع خلافت حرام سمجھی۔ ہاں لوگوں کی حالت بدل جانے سے ایک ایسا حکم جاری کیا۔ جس سے پھر وہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ دوستو اگر اسی پر اصرار ہے۔ کہ جنھیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فتویٰ ابدا آباد کے لئے شرعی طور پر ہی دیا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں۔ ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں۔ ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا۔ آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو ہم نے نہیں مانا کہ حج میں تمتع نادرست ہے وغیرہ۔ اسی قول کو بھی ہم کیوں نہ چھوڑ دیں؟ کہ ایسی تین طلاقیں تین ہی ہوجاتی ہیں۔ اور بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی ایک مسائل ہیں۔ جنھیں حنفی اور اہل حدیث دونوں نے بوجہ مخالفت

حدیث چھوڑ رکھا ہے۔ پس آؤ اسی قول کو بھی اسی باعث چھوڑ دیں۔ اور خدا کی رخصت کو تنگی سے نہ بدلیں۔

سویت کہ پیام ما رساند ایں قصہ مگر صبا رساند

برادران میں مانتا ہوں۔ کہ بزرگوں کی بزرگی ماننا ضروری ہے۔ ان کی بات سر آنکھوں پر رکھنا ہم چھوٹوں کا کام ہے۔ لیکن ذات کی بزرگی اور بات کی بزرگی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں اسی لئے ہم اہل حدیث تو یہی کرتے ہیں۔ کہ بزرگوں کی جو باتیں خلاف حدیث پائیں انہیں چھوڑ دیں۔ تاکہ رسول خدا ﷺ کی بات کی بزرگی جوں کی توں قائم رہے۔ سب بزرگوں کی بزرگی کریں۔ لیکن نہ اتنی کہ جتنی رسول اللہ ﷺ کی کرتے ہیں۔ یہی نصیحت آپ کو بھی ہم کرتے ہیں۔ کہ فقہائے کرام نبی نہیں جو وہ غلطی سے معصوم ہوں۔ امام صاحب بھی ایک مجتہد ہیں۔ اور خود حنفی مذہب کا اصول ہے۔ کہ المجتهد یخطی ویصیب یعنی مجتہد سے غلطی ہوتی بھی ہے۔ اور نہیں بھی ہوتی۔ تو اگر مان لیں کہ یہی مذہب فی الواقع امام صاحب کا ہے۔ جب بھی ہم تو درد دل سے آپ کو خیر خواہانہ دعوت دیتے ہیں۔ کہ اس مسئلے میں جن جن مجتہدین اور فقہاء کے اقوال خلاف حدیث ہیں ان سب کو چھوڑ دو۔ اور حدیث کو لے لو۔ خدا کرے یہ آواز تمہارے کانوں تک پہنچے۔ اور دل میں اثر کرے۔

لئے جانا ہے نامہ بیکس بال بیکانہ ہو کبوتر کا

اس میں شک نہیں کہ تین طلاقیں جس عورت کو الگ الگ مطابق سنت باقاعدہ ملی ہوں۔ اس عورت کا اگر کسی اور سے نکاح ہو جائے۔ پھر وہ دوسرا اپنی خوشی کسی ان بن کی وجہ سے چھوڑ دے۔ یا مر جائے تو یہ عدت پوری کر کے اپنے اگلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے۔ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

لیکن یہ دوسرا نکاح بھی ویسا ہی ہو جیسے پہلے ہی تھا نہ کہ حلالہ کا حیلہ۔

مسلم بھائیو! آؤ میں تم کو بخاری شریف کی ایک حدیث سناؤں۔ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاہلیت کے نکاحوں کا بیان کرتی ہیں۔ پھر فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بھیج کر ہر طرح کے نکاح باطل کرا دیئے۔ بجز اس ایک نکاح کے جو آج مشہور و معروف ہے۔ پس ظاہر ہے کہ حلالے کا یہ نکاح بھی باطل ہے۔ اور نکاح کا کوئی طریقہ شرعاً نکاح کہلوانے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ بجز اس ایک طریقے کے جو آج مسلمانوں میں مشہور و معروف ہے۔ پس اے غیر مند! مسلمانوں خدا کے حرام کو حلال کر کے زنا کو نکاح نہ سمجھو۔ اولاً تو یہ بات خلاف شرع کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دیں۔ حالانکہ یہ خلاف شرع طریقہ تھا۔ پھر دوسرا خلاف یہ کیا کہ ان کو تین کو تین ہی شمار کیا۔ حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا۔ چھوتھا خلاف یہ کیا کہ اسے موجب حلت سمجھا حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا۔ پھر ان سب سے بڑھ کر خلاف یہ ہوگا ہ ان احادیث و دائل کو سن کر بھی اسی پر قائم رہا جائے اس لئے میں تو کہوں گا۔ کہ ابھی ابھی توبہ کر لو۔ اور حنفی مذہب کے اس مسئلے کو غلط جان کو ترک کر کے اہل حدیث کے مسلک کے مطابق قرآن و حدیث کے اس مسئلے کو مان لو۔ اللہ ہدایت دے آمین۔

اب آپ کے سامنے تین صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ ایسی تین طلاقوں کو خلاف حدیث تین شمار کر کے میاں بیوی میں حرمت کا فتویٰ دے کر امت پر ایک بہت بڑا بھاری بوجھ ڈال دیں۔ اور سختی اور سعوبت تنگی اور مصیبت بے چارگی اور شدت ہائے وائے اور مشقت کا دروازہ ان پر کھول دیں۔ یا مکروہ فریب دھوکہ بازی اور حیلے نفاق وزنا کاری حدود اللہ کے ساتھ کھیل آیات قرآنی کے ساتھ مذاق غیروں کا مورد طعن و تشنیع بے حیائی اور بے باکی کی انہیں تعلیم دیں۔ اور حلالے کی طرف راغب کریں۔ یا مطابق قرآن و حدیث مطابق اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین و سلف صالحین کی ان کے سامنے وسعت و فسحت آسانی اور سہولت رکھ دیں۔ اور کھلے الفاظ میں کہہ دیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینی منع ہیں۔ اور اگر کوئی دے دے تو وہ انھیں ایک شمار کر کے عدت کے اندر رجوع کا اور بعد از عدت بہ رضا و رغبت نئے نکاح سے بسنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اللہ ہمیں اپنے رسول ﷺ کا سچا تابعدار بنا دے۔ آمین

حنفی مذہب کے علماء کرام کا فتویٰ

کیا ایسی تین طلاقیں ایک ہی حکم میں ہیں۔ ؟

ناظرین کرام! میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ کے حنفی مذہب کے اس غلط مسئلے کو مصر کے حنفی چھوڑ چکے اور انہوں نے اپنا دامن جھاڑ لیا۔ اب میں آپ کو بتلاؤں کے آپ کے ہندوستان کے سمجھ دار حنفی بھی اس مسئلہ سے بیزار ہو چکے ہیں اور انہوں نے بھی اس کے خلاف اپنے فتاوے شایع کر دیئے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت ایک حنفیوں کا مطبوعہ رسالہ بنام "حق و صداقت کی عظیم الشان فتح" رکھا ہوا ہے۔ جس می اسی مسئلہ پر موجودہ احناف کے فتاوے درج ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب جانا کہ ان فتووں کو ناظرین محمدی تک پہنچا دوں۔ اس لئے کہ اس مسئلے کی پوری حقیقت ان کے سامنے آجائے۔ اور اس لئے بھی کہ اس سے ظاہر ہو جائے۔ کے خدا کے فضل و کرم سے باخبر حضرات تقلید جامد کو کس طرح چھوڑ رہے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ حنفی مذہب کے دوراز عقل و نقل مسائل کو زمانہ تھپیڑیں مار مار کر زمانہ کیسے چڑا رہا ہے۔ ہم اپنے زمانے کے بیدار مغز زمانہ شناس حنفی علماء کو مذید توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اسی طرح وہ لوگوں کو کتب فقہ کے ایسے مسائل کی قید و بند سے رہائی دلائیں۔ اور قرآن و حدیث کے ماتحت انھیں لوگوں کے مقرر کردہ قوانین کی مشکلات سے آزادی عطا فرمائیں اس رسالہ کی عبارت مع سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتیان شرع متین بیچ اس مسئلے کے کہ ایک حنفی نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں سات طلاقیں دیں۔ اہلدیث مذہب کے موافق بن کر اس نے اپنا نکاح ثانی کرایا۔ کیا اس کا نکاح مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں۔ ؟ 2۔ عامی (جاہل) آدمی اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے یا نہ بینوا توجروا

الجواب۔ طلاق مذکورہ میں اہلسنت والجماعت میں اختلاف ہے۔ حنفیہ تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حنفیہ سے ایک طلاق کا ہونا نقل کیا ہ مثل محمد بن مقاتل (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد ثالث ص 17)

وہو اقول محمد بن مقاتل الرازي من ائمہ الحنفيہ

یعنی حنفی مذہب کے اماموں میں سے امام محمد بن مقاتل رازی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور فرقہ اہلدیث اور اہل ظاہر اور ایک جماعت حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل بیت تین کے وقوع کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

وقال اخرون (فی الطلاق البدعۃ) لایقع مثل طاؤس وعکرمہ وخلاص وعمرو محمد بن اسحاق وحجاج بن ارطاۃ واہل الظاہر کداؤدواصحابہ وطائفہ من اصحاب ابی حنفیہ ومالک

یعنی دوسری جماعت کہتی ہے۔ کہ ایسی تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں۔ طاؤس۔ عکرمہ۔ خلاص۔ عمر۔ محمد بن اسحاق۔ حجاج بن ارطاۃ۔ اور ظاہری مذہب والے یعنی داؤد۔ اور ان کے ساتھی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں اور شاگردوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

مولنا عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

القول الثانی انہ اذا طلق ثلاثہ تقع واحدۃ رجعیۃ وہذا ہوالمنقول عن بعض الصحابہ وبہ قال داؤدالظاہری واتباعہ وہواحد القولین لمالک وبعض اصحاب واحمد ص ٦٧ جلدثانی حاشیہ شرح وقایہ

یعنی قول ثانی یہ ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک ہی پڑتی ہے۔ اور عدت کے اندر رجوع کرلینے کا حق حاصل رہتا ہے۔ یہی منقول ہے بعض صحابہ سے اور یہی ہے قول امام داؤدالظاہری اور ان کے متبعین کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اصحاب رضوان اللہ عنہم اجمعین امام احمد کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔

حنفی کا اہلحدیث ہونا اور اہلحدیث بن کر نکاح کرنا بروایت شامی صحیح ہے۔

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفہ خطیب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابو بکر الجوزجانی فابی الاان یترک مذہبہ فیقرا خلف الامام ویرفع یدیہ عند لانحطاط ونحوذلک فاجابہ فووجہ فقال الشیخ بعد ما سئل عن ہذہ واطرف راسہ النکاح جائز

(شامی باب التعزیر ص 294)

چونکہ اس شخص نے مذہب حنفی ہونے کی توہین کی ہے۔ اس واسطے اس آدمیوں کا کھانا کھلانا تاوان کے طور پر دس آدمیوں کا کھانا کھلانا تاوان کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے۔ عربی عبارات کا مطلب یہ ہے کہ ایک حنفی نے ایک اہل حدیث کے ہاں نکاح کرنا چاہا تو اس نے اس شرط پر نکاح کیا کہ آج سے وہ حنفی اہل حدیث بن جائے یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھے۔ اور رفع یدین کرے وغیرہ یہ واقعہ ابو بکر زوجانی کے وقت کا ہے شیخ سے جب اس مسئلہ کا سوال کیا یا وسوچ سوچ کر جواب دیا کہ نکاح جائز ہے۔

3۔ عامی شخص کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ اس واسطے اس کا حنفی کہلانا ایسا ہے۔ جیسے کوئی بلا نحو پڑھے۔اپنے آپ کو نحوی کہلائے۔

قلت وایضا قالوالعامی لامذہب لابل مذہبہ مذہب مفتیہ وعللہ فی شرح التحریر بان المذہب انما یکون لمن لہ نوع نضر واستدلال وبصر بالمذہب علی حسبہ اولمن قراکتابا فی فروع زلک المذہب وعرف فتاویٰ امامہ واقوالہ واما غیرہ ممن قال انا حنفی وشافعی لم یصر کن لک بجرداالقول کقولہ انافقیہ اونحوی (شامی باب التعزیر)

یعنی عام لوگوں کا کوئی مذہب نہیں ان کا مذہب تو صرف ان کے مفتی کا مذہب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مذہب اس کا ہوتا ہے۔ جواپنے مذہب میں قدرے غور وخوض اور استدلال کی قابلیت رکھتا ہو۔ یااپنے مذہب کی کتاب پڑھے ہوئے ہو اور اپنے امام کے فتووں اور اس کے اقوال کو جانتا ہو۔ باقی جو شخص ایسا نہ ہو اور کہے کہ میں حنفی شافعی نہ ہو تو وہ دراصل حنفی یا شافعی بن نہیں جاتا جیسے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں فقیہ ہوں۔ یا نحوی ہوں۔ تو فقیہ اور نحوی بن نہیں سکتا۔ اس صورت میں تو عامی پر تاوان بھی ہے۔ اس کو جماعت سے روکنا حرام ہے۔ اور قطع تعلق کرنا نا جائز ہے۔

(حررہ خادم لعلما حکیم محمد قائم الدین حنفی نقہ بندے از جوال 22 رجب سن 1350 ہجری۔ عبدالغفور مولوی فاضل عطا محمد از جہادریاں)

فتاویٰ ثنائیہ

جلد2 ص214

محدث فتویٰ